Title

زیرسرپرستی

عبد الستار رحمہ اللہ

فہم وفکر

پیش نظر

میں ایسی قوم سے ہوں جو خدا پرست بھی اور وطن دوست بھی — مدیر کے قلم سے — 04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن — شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم — 05

فہم حدیث — مولانا محمد عمر انور بدخشانی صاحب — 06

آئینہ زندگی — حضرت مولانا عبد الستار صاحب رحمہ اللہ — 08

مضامین

گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا — انعم طاہر — 11

حضرت حسن بصری — حذیفہ رفیق — 12

آخر کیوں آتے ہو آواز میں ہے ابھی — آسیہ عمران — 15

استصواب ([illegible]) — غلام عباس — 17

مسائل پوچھیں اور سیکھیں — مفتی محمد آوید — 20

باورچی خانہ اور ہماری صحت — حکیم شمیم احمد — 22

خواتین اسلام

مجھے تم سے [illegible] ہے — المتقی — 24

غریب — ثانیہ ساجد عباسی — 27

کرچی — کائنات عبد الحسیب — 30

ہیر ایک تجربہ — محمد دانش — 33

باغیچہ اطفال

ذہنی مقابلہ — تسمیہ عبد القدیر — 34

ننھے ادیب — 35

بچوں کے فن پارے — آرٹ پیج — 36

انعامات ہی انعامات — ادارہ — 38

سیپ کا سفید موتی — ڈاکٹر الماس روحی — 39

شیطان قیلولہ نہیں کرتا — اہلیہ محمد فیصل — 40

بزم ادب

انسان کی اوقات — عمر علی خان — 42

فہم دین — طلعت ملتانی — 43

گلدستہ — ادارہ — 44

اخبار السلام

خبرنامہ — ادارہ — 46

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ فہم دین کراچی

اکتوبر 2016ء

مدیر: محمد خرم شہزاد

ناظم: خالد عبد الرشید

کمپوزنگ: مظفر بھٹو

نظرثانی: طارق محمود

تزئین وآرائش: نوید فرید

editor@fahmedeen.org

آراء وتجاویز کے لیے

0304-0125750 | 0333-4573885

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0322-2120004 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0332-8278537

marketing@fahmedeen.org

زر تعاون

فی شمارہ:	40 روپے
اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر):	520 روپے
بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری):	520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک	25 ڈالر

ناشر: فیصل زبیر | مطبع: واسا پرنٹر | مقام اشاعت: دفتر فہم دین

01

Omega Mall

02

فہم و فکر

میں ایسی قوم سے ہوں جو خدا پرست بھی اور وطن دوست بھی

مدیر کے قلم سے

دنیا میں مختلف اقوام بستی ہیں۔ ہر ایک کا اپنا قومی کیلنڈر ہے' ہر کیلنڈر کے اپنے مخصوص ایام ہیں' جنہیں وہ قوم اپنے تہوار کے طور پر مناتی ہے۔ اسی طرح اسلام کا بھی ایک کیلنڈر ہے' جو محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے اور ذی الحجہ کے مہینے پر ختم ہوتا ہے اور ان میں بھی مخصوص ایام ہیں' جنہیں مسلمان اپنے اسلامی تہوار کے طور پر مناتے ہیں۔ عجیب اور اہم بات یہ ہے کہ جس طرح مسلمان کا مطلب "اللہ کی مان کر چلنے والا" اور اسلام کا مطلب "اللہ کی فرماں برداری کے طریقے" ہے' اسی طرح اسلامی کیلنڈر کی ابتدا بھی اللہ کے لیے نبی کریم ﷺ کی ہجرت سے ہوتی ہے اور اسی وجہ سے یہ ہجری کیلنڈر کہلاتا ہے اور پھر تکوینی طور پر بھی اللہ نے اس کے پہلے مہینے کی پہلی ہی تاریخ میں اس کیلنڈر کے اجرا کرنے والے سیدنا عمر فاروقؓ کی شہادت کو اور دس تاریخ کو حضرت حسینؓ کی شہادت کو قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا' تاکہ جب بھی مسلمان قوم کا کوئی فرد دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنی تابناک تاریخ کو فراموش کر کے "ہیپی نیو ائیر" کی "تاریک رات" کو "خدا فراموشی" میں گزارنا چاہے تو اسے یاد آجائے کہ

میں ایسی قوم سے ہوں جو ایک خدا سے ڈرتی ہے

میں ایسی قوم سے ہوں جو ایک نبی ﷺ کی مانتی ہے

میں ایسی قوم سے ہوں جو اپنے رب کے لیے جان دیتی ہے

میں ایسی قوم سے ہوں جو اپنے رب کے لیے قربانی کرتی ہے

جی قارئینِ گرامی! ہم بحیثیت مسلمان بھی ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں' جو روشن تاریخ رکھتی ہے اور بحیثیتِ پاکستانی بھی ہم ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں' جو ایک نظریاتی اور ناقابلِ تسخیر قوم ہے۔

اسلام کی تو بنیاد ہی خدا پرستی پر ہے' اور پاکستان کی بنیاد بھی اُن کے بانیان نے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پر ہی رکھی تھی اور یہ صرف نعرہ ہی نہیں تھا' بل کہ قائدِ اعظم محمد علی جناح نے کئی موقعوں پر اس حقیقت کا اظہار بھی کیا تھا' چناں چہ کانگریس اور ہندوؤں کے رہنما گاندھی کے نام ایک خط میں آپ نے 1944ء میں تحریر فرمایا: "قرآن مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور مجلسی' دیوانی اور فوجداری' عسکری اور تعزیری' معاشی اور معاشرتی' غرضیکہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں' مذہبی امور سے لے کر روزانہ امورِ حیات تک' روح کی صحت سے لے کر جسم کی صحت تک' جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق و فرائض تک' اخلاق سے لے کر انسدادِ جرم تک' زندگی میں جزا و سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزا و سزا تک ہر ایک فعل' قول اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔ لٰہذا جب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہے تو حیات و مابعدِ حیات کے ہر معیار اور ہر مقدار کے مطابق کہتا ہوں۔" (قائدِ اعظم' نظریہ پاکستان اور اسلامی نظام' ص: 13)

اور قائدِ اعظم کا یہ رویہ صرف قیام پاکستان سے پہلے ہی حصولِ اقتدار کے لیے نہیں تھا بلکہ قیامِ پاکستان کے بعد بھی انہوں نے پاکستان کے چپے چپے پر اسی نظریے کا پرچار کیا۔ چنانچہ 1948ء میں کراچی کے ایک جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: "اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قرآنی احکام و اصول کی حکومت ہے۔" (قائدِ اعظم' نظریہ پاکستان اور اسلامی نظام ص: 21)

ہم ایسی قوم سے ہیں جو نہ تو وطن کو خدا بناتی ہے اور نہ ہی قومیت کی بت کو پوجتی ہے' لیکن اس کا کوئی یہ مطلب ہرگز نہ لے کہ ہمیں وطن سے محبت نہیں۔ مسلمان قوم کبھی بھی غدارِ وطن نہیں ہوتی' بل کہ وطن دوست ہوتی ہے' ہاں البتہ وطن پرست بھی نہیں ہوتی' بل کہ خدا پرست ہوتی ہے تو دوسری اقوام کے مقابلے میں مسلمان اور پاکستانی قوم کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ جس کا نظریہ یہ ہے کہ

میں ایسی قوم سے ہوں جو خدا پرست اور وطن دوست ہے

قارئینِ گرامی! اسلام اور پاکستان لازم و ملزوم ہیں۔ جس طرح جغرافیائی طور پر کشمیر پاکستان کا اٹوٹ انگ ہے' اسی طرح نظریاتی طور پر اسلام بھی پاکستان کے وجود کا لازمی حصہ ہے۔ اس خطے میں جتنا اسلام مضبوط ہوگا' پاکستان اتنا ہی مضبوط' بل کہ ناقابلِ تسخیر بنتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کا دامن مضبوطی سے تھامنے اور پاکستان کو ناقابلِ تسخیر بنانے میں دست و بازو بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمٰهُمْ لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ (273)

ترجمہ: (مالی امداد کے بطورِ خاص) مستحق وہ فقرا ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں اس طرح مقید کر رکھا ہے کہ وہ (معاش کی تلاش کے لیے) زمین میں چل پھر نہیں سکتے' چوں کہ وہ اتنے پاک دامن ہیں کہ کسی سے سوال نہیں کرتے' اس لیے ناواقف آدمی انھیں مال دار سمجھتے ہیں۔ تم ان کے چہرے کی علامتوں سے ان (کی اندرونی حالت) کو پہچان سکتے ہو (مگر) وہ لوگوں سے لگ لپٹ کر سوال نہیں کرتے[1] اور تم جو مال بھی خرچ کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ (273)

تشریح نمبر 1... حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت اصحابِ صفہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ وہ صحابی تھے جنہوں نے اپنی زندگی علمِ دین حاصل کرنے کے لیے وقف کر دی تھی اور آنحضرت ﷺ کے پاس مسجدِ نبوی سے متصل ایک چبوترے پر آپڑے تھے' طلبِ علم کی وجہ سے وہ کوئی معاشی مشغلہ اختیار نہیں کر سکتے تھے' مگر مفلسی کی سختیاں ہنسی خوشی برداشت کرتے تھے' کسی سے مانگنے کا سوال نہیں تھا۔ اس آیت نے بتایا کہ ایسے لوگ امداد کے زیادہ مستحق ہیں جو ایک نیک مقصد سے پوری امت کے فائدے کے لیے مقید ہو کر رہ گئے ہیں اور سختیاں جھیلنے کے باوجود اپنی ضرورت کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (274)

ترجمہ: جو لوگ اپنے مال دن رات خاموشی سے بھی اور علانیہ بھی خرچ کرتے ہیں وہ اپنے پروردگار کے پاس اپنا ثواب پائیں گے اور نہ انھیں کوئی خوف لاحق ہوگا' نہ کوئی غم (274)

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَی اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (275)

ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت میں) اٹھیں گے تو اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو۔ یہ اس لیے ہوگا کہ انھوں نے کہا تھا کہ: "بیع بھی تو سود ہی کی طرح ہوتی ہے۔" حالاں کہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے' لٰہذا جس شخص کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت آگئی اور وہ (سودی معاملات سے) باز آگیا تو ماضی میں جو کچھ ہوا وہ اسی کا ہے اور اس (کی باطنی کیفیت) کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جس شخص نے لوٹ کر پھر وہی کام کیا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں۔ وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ (275)

تشریح نمبر 1... سود یا رِباہر اس زیادہ رقم کو کہا جاتا ہے جو کسی قرض پر طے کر کے وصول کی جائے۔ مشرکین کا کہنا تھا کہ جس طرح ہم کوئی سامان فروخت کر کے نفع کماتے ہیں اور اس کو شریعت نے حلال قرار دیا ہے' اسی طرح اگر قرض دے کر کوئی نفع کمائیں تو کیا حرج ہے؟ ان کے اس اعتراض کا جواب تو یہ تھا کہ سامانِ تجارت کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ اسے بیچ کر نفع کمایا جائے' لیکن نقدی اس کام کے لیے نہیں بنائی گئی کہ اسے سامانِ تجارت بنا کر اس سے نفع کمایا جائے۔ وہ تو ایک تبادلہ کا ذریعہ ہے تاکہ اس کے ذریعے اشیائے ضرورت خریدی اور بیچی جا سکیں۔ نقدی کا نقدی سے تبادلہ کر کے اسے بذاتِ خود نفع کمانے کا ذریعہ بنالیا جائے تو اس سے بے شمار مفاسد پیدا ہوتے ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں بیع اور سود کے درمیان فرق کی تفصیل بنان کرنے کے بجائے ایک حاکمانہ جواب دیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دے دیا تو ایک بندے کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حکم کی حکمت اور اس کا فلسفہ پوچھتا پھرے اور گویا عملاً یہ کہے کہ جب تک مجھے اس کا فلسفہ سمجھ میں نہیں آجائے گا' میں اس حکم پر عمل نہیں کروں گا۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں یقیناً کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے' لیکن ضروری نہیں کہ وہ ہر شخص کی سمجھ میں بھی آجائے۔ لٰہذا اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے تو پہلے اس کے ہر حکم پر سر تسلیم کرنا چاہیے۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص اپنے مزید اطمینان کے لیے حکمت اور فلسفہ سمجھنے کی کوشش کرے تو کوئی حرج نہیں' لیکن اس پر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کو موقوف رکھنا ایک مؤمن کا طرزِ عمل نہیں۔

تشریح نمبر 2: مطلب یہ کہ جن لوگوں نے سود کی حرمت نازل ہونے سے پہلے لوگوں سے سود وصول کیا' چوں کہ اس وقت تک سود کے حرام ہونے کا اعلان نہیں ہوا تھا اس لیے وہ پچھلے معاملات معاف ہیں اور ان کے ذریعے جو رقمیں وصول کی گئی' وہ واپس کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ حرمت کے اعلان کے وقت جو سود کسی پر واجب الادا ہو وہ لینا جائز نہیں' اسے چھوڑنا ہوگا۔

تشریح نمبر 3: یعنی جن لوگوں نے حرمتِ سود کو تسلیم نہ کیا اور وہی اعتراض کرتے رہے کہ بیع اور سود میں کوئی فرق نہیں' وہ کافر ہونے کی وجہ سے اَبدی عذاب کے مستحق ہوں گے۔

فہم قرآن

البقرہ 275-262

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

فہم حدیث

امر بالمعروف کی اہمیت اور ثواب

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَہٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِہٖ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی نیک کام کی طرف (کسی بندے) کی رہنمائی کی تو اسے اس نیک کام کو کرنے والے بندے کے اجر کے برابر ہی اجر ملے گا۔

تشریح...اس حدیث کا مطلب اس مثال سے اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ مثلاً ایک شخص نماز کا عادی نہیں تھا' آپ کی دعوت' ترغیب اور محنت کے نتیجہ میں وہ قرآن پاک کی روزانہ تلاوت کرنے لگا' ذکر و تسبیح کا بھی عادی ہو گیا' وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا' آپ کی مخلصانہ دعوت و تبلیغ کے اثر سے وہ زکوٰۃ بھی ادا کرنے لگا' اسی طرح اور بھی اعمالِ صالحہ کا پابند ہو گیا تو اس کو عمر بھر کی نمازوں' ذکر و تلاوت' زکوٰۃ و صدقات اور دیگر اعمالِ صالحہ کا جتنا اجر و ثواب آخرت میں ملے گا (اس حدیث کی بشارت کے مطابق) اللہ تعالیٰ اتنا ہی اجر و ثواب بطورِ انعام کے اپنے لا محدود خزانہ کرم سے اس بندے کو بھی عطا فرمائے گا جس کی دعوت و تبلیغ نے اس کو ان اعمالِ صالحہ پر آمادہ کیا اور عادی بنایا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس راستے سے جتنا اجر و ثواب اور آخرت میں جو درجہ حاصل کیا جا سکتا ہے' وہ کسی دوسرے راستے سے حاصل نہیں کیا جا سکتا' بزرگانِ دین کی اصطلاح میں یہ ''طریقِ نبوت'' کا سلوک' بشرطیکہ صرف رضائے الٰہی کی طلب میں ہو' شہرت مقصود نہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ دَعَیٰ اِلٰی ھُدًی کَانَ لَہٗ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا وَمَنْ دَعٰی اِلٰی ضَلَالَۃٍ کَانَ عَلَیْہِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اٰثَامِھِمْ شَیْئًا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس بندے نے نیکی کے راستے کی طرف (لوگوں کو) دعوت دی تو اس داعی کو ان سب لوگوں کے اجروں کے برابر اجر ملے گا جو اس کی بات مان کر نیکی کے اس راستے پر چلیں گے اور عمل کریں گے اور اس کی وجہ سے ان عمل کرنے والوں کے اجروں میں کوئی کمی نہ ہو گی' (اور اسی طرح) جس نے (لوگوں کو) کسی گم راہی (اور بد عملی) کی دعوت دی تو اس داعی کو ان سب لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہو گا جو اس کی دعوت پر اس گم راہی اور بد عملی کے مرتکب ہوں گے اور اس کی وجہ سے ان لوگوں کے گناہوں میں (اور ان کے عذاب میں) کوئی کمی نہ ہو گی۔

تشریح...اس حدیث میں داعیانِ حق و ہدایت کو بشارت سنانے کے ساتھ داعیانِ ضلالت کی بد انجامی بھی بیان فرمائی گئی ہے' حقیقت یہ ہے کہ جن خوش نصیبوں کو دعوت الی الخیر اور ارشاد و ہدایت کی توفیق ملتی ہے' وہ رسول اللہ ﷺ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے مشن کے خادم اور ان کے لشکر کے سپاہی ہیں اور جن کی بد بختی نے ان کو گمراہی اور بد عملی کا داعی بنا دیا ہے' وہ شیطان کے ایجنٹ اور اس کے لشکری ہیں اور ان دونوں کا انجام وہ ہے جو اس حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَاَنْ یَّھْدِیَ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْکَ رَجُلًا خَیْرٌ لَّکَ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ وَ غَرُبَتْ۔

ترجمہ: حضرت ابو رافعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ بات کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ پر یا تمہارے ذریعہ کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے' تمہارے لیے اس ساری کائنات سے بہتر ہے' جس پر آفتاب طلوع ہوتا اور غروب ہوتا ہے۔ (معجم کبیر للطبرانی)

تشریح...ظاہر ہے کہ اس دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جس پر آفتاب طلوع اور غروب نہ ہوتا ہو' تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ کسی ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے حق میں اس سے بہتر اور نفع بخش ہے کہ مشرق سے مغرب تک کی ساری دنیا تم کو مل جائے...اللہ تعالیٰ ان حقائق کا یقین نصیب فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔

02

Burger Shack

07

اخلاقِ حسنہ اپنائیے

حضرت مولانا عبد الستار حَفِظَہُ اللّٰہ

میرے مسلمان بھائیو! اللہ نے اپنے پیارے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ساری انسانیت پر خاص فضل اور کرم فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی قرآن کی عملی تصویر ہے۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنھا سے عرض کیا گیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کیا ہے؟ تو اماں عائشہ رضی اللہ عنھا نے عرض کیا کہ قرآن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ جو قرآن نے کہا اور جو قرآن کے الفاظ ہیں' وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور زندگی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا اخلاق قرآن تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ساری انسانت کے لیے روح اور زندگی ہے۔ اگر یہ روح انسانی معاشرے سے نکل جائے تو جس طرح جسم کے اندر روح ہوتی ہے اور جب تک وہ روح جسم کے اندر موجود ہے تو جسم کے سارے اعضا اپنے اندر زندگی محسوس کرتے ہیں اور سب آپس میں اکٹھے رہتے ہیں۔ اور اگر ان کے اندر سے وہ روح نکال دی جائے تو جسم کے اعضا میں زندگی نہیں رہتی۔ وہ جسم کے اعضا اکٹھے نہیں رہ سکتے اور الگ الگ ہونے لگتے ہیں۔ اسی طرح انسانی سوسائٹی اور انسانی معاشرے کے لیے اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زندگی ایک روح کی حیثیت رکھتی ہے۔ جب تک آپ صلی للہ علیہ وسلم کی سیرت انسانی معاشرے میں موجود ہے تو سچ ہے کہ انسانوں میں زندگی ہے' گھروں میں زندگی ہے' سوسائٹی میں زندگی ہے۔

سب سے بڑی دولت یہ ہے کہ یہ سب اس کی بدولت آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ جیسے کاغذ کے ٹکڑے ہوں اور سب آپس میں جدا جدا ہوں تو گوند میں یہ طاقت ہے کہ ان سب کو آپس میں ملادے اور ان سب کو ایک کردے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ طاقت ہے کہ وہ سارے انسانوں کو ایک کردیا کرے۔ اب کوئی نادان یہ کہہ دے کہ میں کاغذ کے ٹکڑوں کو ایک کردوں گا اور اس کے لیے مجھے گوند کی ضرورت نہیں ہے بل کہ میں آگ سے بھی ان ٹکڑوں کو ایک کردوں گا تو یہ بڑا ہی احمق ہے کیوں کہ آگ سے تو ان ٹکڑوں کا وجود ہی بالکل ختم ہوجائے گا۔

میرے عزیزو! کوئی چاہے گھر بنالے' خاندان بنالے' قوم اکٹھی کرلے' سوسائٹی کو اکٹھا کرلے اور اس کے لیے کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ضرورت نہیں اور گناہوں کی آگ سے میں اکٹھا کرلوں گا تو اس طرح سارا معاشرہ جل کر خاک در خاک ہوجائے گا۔ کوئی گھر اور کوئی سوسائٹی ایسی آپ کو نہیں ملے گی کہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تو ہو نہیں اور وہ سب اکٹھے ہوں۔ ہاں! ٹکڑوں میں ضرور ہوں گے' تقسیم ہوکر رہ رہے ہوں گے' وہاں نفرتوں کے کانٹے ہوں گے' کیوں کہ گناہوں کی آگ پر محبتوں کے پھول کبھی بھی نہیں کھل سکتے۔

زمین و آسمان نے ایسے خوش نصیب لوگ بھی دیکھے ہیں جنھوں نے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قدر کی۔ کچے گھر' کچے بازار' کچی گلیاں' لیکن سبحان اللہ! آپس میں محبت اور پیار سے رہنے والے۔ بیٹے کو آپ اچھی گاڑی دلا سکتے ہیں مگر اس کے دل میں باپ کی محبت دولت سے تو نہیں آسکتی۔ بیوی کے لیے آپ دولت سے قیمتی ہیرے لاسکتے ہیں مگر اس کے دل میں شوہر کی محبت اور اس کا احترام دولت سے تو نہیں آسکتی۔ دولت سے بیوی اپنا چہرہ تو نکھار سکتی ہے مگر اس دولت سے وہ اپنے شوہر سے اپنے لیے محبت اور وفا تو نہیں خرید سکتی۔ دولت سے گھر تو سامان سے بھرے جاسکتے ہیں مگر اس دولت سے محبت کے پھول کبھی بھی نہیں کھل سکتے۔ وہ پھول تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ہی کھل سکتے ہیں۔ گھر کچے ہوں یا پکے' ساز و سامان سے بھرے ہوئے ہوں یا خالی ہوں' اگر وہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی روح تازہ ہے تو پھر وہاں زندگی ہے۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو انسانوں کو زندگی دے سکے اور جو انسانوں کو آپس میں اکٹھا کرسکے۔

سارے نقشے دیکھ لیے زندگی بنانے کے مگر جوں جوں وقت گزرتا چلا جارہا ہے ٹوٹ پھوٹ ہی بڑھتی چلی جارہی ہے۔ بہت چراغاں کرلیا گلیوں اور محلوں میں مگر دلوں میں وہی تاریکیاں ہیں اور ان دلوں میں تاریکیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ہی ختم ہوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ تم میں میرا سب سے پیارا اور لاڈلا وہ ہے جس کی زندگی کا برتاؤ لوگوں کے ساتھ وہ ہے جو میرا ہے۔ یعنی جس کے اخلاق میرے اخلاق جیسے ہوگئے وہ میرا سب سے پیارا ہے۔ اسی سے امت میں محبتیں آتی ہیں اور اسی سے گھر آباد ہوتے ہیں اور آپس کی دشمنیاں محبتوں میں بدل جاتی اور زندگیاں سنور جاتی ہیں کیوں کہ اس کی بنیاد اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے خزانے سے دو چیزیں بہت تھوڑی نکلی ہیں: ایک یقین اور دوسرا اچھے اخلاق۔ لیکن جو تھوڑی ہوتی ہے' اس کی قیمت بہت ہوتی ہے۔ تو یہ نایاب ہے اور اللہ کے دربار میں اس کی قیمت بہت لگتی ہے۔ تو میرے عزیزو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ساری انسانیت کی روح ہے۔ آج ہر ماں باپ اپنی اولاد کی ہر چیز کی فکر کرتے ہیں۔ اخلاق تو ہمارے گھروں کی جان ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق زندگی ہیں۔ اب تو برداشت' صبر اور تحمل بالکل بھی نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ہنستے بستے گھر اجڑ رہے ہیں۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ جو تجھ سے توڑے تو اس سے بھی جوڑ لے اور جو تجھ سے زیادتی کرے تو تم اللہ کے لیے اسے معاف کردو۔

میرے عزیزو! رات بھر نفل پڑھنے سے اتنا نہیں ملے گا جتنا اللہ کی خاطر کسی کے ساتھ رنجش دور کرنے سے اللہ آپ کو عطا فرمائے گا۔ ترکی بہ ترکی جواب دینا کمال نہیں اینٹ کا جواب پتھر سے دینا بہادری نہیں بل کہ اللہ کی خاطر معاف کردینا ہی دلیری ہے۔ اللہ کی خاطر عاجزی دکھا دینا اور اللہ کی خاطر آگے بڑھ کر اپنے ہاتھ جوڑ دینا ہی اصل کمال ہے۔ صلہ رحمی کا معنی یہ نہیں کہ وہ اچھا کرے تو میں اچھا کروں اور اگر وہ برا کرے تو میں بھی برا کروں۔ بل کہ صلہ رحمی کا معنی یہ ہے کہ وہ اچھا کرے تو میں بھی اچھا کروں اور اگر وہ برا کرے تو بھی میں اچھا کروں۔ یہ ہے صلہ رحمی کرنے والا۔ جو اللہ کے بندوں سے جتنا جلدی درگزر کرے گا تو اللہ بھی اتنا ہی جلدی اس سے درگزر کرے گا۔ یہ اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے اور اس کے اخلاق ہیں۔ آج ہر جگہ نفرتوں کی آگ لگی ہوئی ہے اور محبتوں کے پھول مرجھا چکے ہیں۔ کیا نمازی' حاجی' روزے دار' کیا گھر' کیا مسجدیں' یہ سب کچھ ہے مگر ایک اخلاق نہیں ہے۔

حسد' کینہ' بغض یہ سب اندر کی بیماریاں ہیں۔ میرے عزیزو! یہ اندر کی بیماریاں جاتے جاتے جاتی ہیں اور یہ احسان' ایثار' تو ضع و انکساری' عاجزی یہ خوبیاں آتے آتے آتی ہیں۔ یہی وہ خوبیاں ہیں کہ جن کی بدولت ظاہری عمل کا وزن بڑھتا ہے۔ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یوں سمجھایا کہ میرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین ایک مٹھی صدقہ کریں اور بعد میں آنے والے احد پہاڑ کے برابر صدقہ کریں لیکن چوں کہ ظاہری عمل پر بعد والے بڑھے ہوئے کہ یہ ایک مٹھی خرچ کررہا ہے اور بعد والا احد پہاڑ کے برابر خرچ کررہا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ پہاڑ کے برابر خرچ کرنے والا اس مٹھی کے برابر خرچ کرنے والے کے برابر نہیں پہنچ سکتا۔ یہ وزن ان کے باطن کی صفائی اور ان کی باطنی خوبیوں کی وجہ سے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں انصاف پسند بننا چاہتا ہوں' کوئی ایسی چیز بتائیں کہ مجھ سے کوئی ظلم نہ ہو اور کسی پر کوئی زیادتی نہ ہو۔ تو اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ اَعْدَلَ النَّاسِ کہ جو اپنے لیے پسند کرتے ہو' وہی اپنے بھائی کے لیے بھی پسند کرو۔ پیمانہ ایک ہی رکھو زندگی میں رویے کا' بول چال کا' اپنے طرز عمل کا۔ یہ نہیں کہ اپنے لیے کچھ اور پیمانہ اور دوسروں کے لیے کچھ اور پیمانہ۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنی ہی ہو تو میں اپنی والدہ کی کروں گا' اس لیے کہ اگر میری نیکیاں جائیں تو کم سے کم میری والدہ کے ہی پاس جائیں۔ کتنی حماقت کی بات ہے کہ کتنی محنت سے نیکیاں کمائیں اور کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرکے ساری کمائی ہوئی نیکیاں اس کے حوالے کردیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں کھڑے ہوکر فرمانے لگے کہ میں مسجد میں کھڑے ہوکر اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کہہ رہا ہوں کہ میں نے پوری عمر کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہیں کی۔ ایسے بھی مسلمان تھے۔ جب میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی میری پیٹھ پیچھے میرے برے تذکرے کرے' بہتان لگائے' میری پیٹھ پیچھے میری عزت و آبرو سے کھیلے تو پھر مجھے بھی چاہیے کہ اپنی زبان کو دوسروں کے خلاف استعمال نہ کروں۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق ہماری زندگی میں زندہ فرمادے۔ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور سچا تعلق بھی عطا فرمادے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت بھی نصیب فرمادے۔ (آمین!)

03

Shangrilla

10

گلشن تیری یادوں کا مہکتا رہے گا

انعم عامر

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ

"تم میں بہترین وہ شخص ہے جو خود قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے"

مشکوۃ کا درس چل رہا تھا اور فضائلِ قرآن پر احادیث بیان ہو رہی تھیں اور مجھے ایک عاشقِ قرآن کی یاد شدّت سے ستا رہی تھی جو چند سال قبل ہم میں ہی موجود تھے مگر اب ہم ایک عظیم داعیٔ قرآن سے محروم ہو چکے ہیں۔

جی ہاں! عاشقِ قرآن سے میرا اشارہ مولانا محمد اسلم شیخوپوریؒ کی طرف ہے۔ مولانا کو قرآن سے بہت لگاؤ تھا' اسی لیے ان کے زیادہ تر بیانات بھی قرآن پر ہی مشتمل ہوا کرتے تھے۔ مولانا نے ایسی عاشقوں والی زندگی گذاری کہ اللہ تعالیٰ نے موت بھی عاشقوں والی نصیب فرمائی۔

یہ بات تو پکی ہے کہ جب انسان کے پاس نعمت ہوتی ہے تو اس وقت اس کی قدر نہیں کرتا' مگر جب نعمت چِھن جاتی ہے تو محض افسوس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہتا۔ مجھے مولانا کی زندگی میں تو ان سے کوئی واقفیت نہیں تھی' مگر ان کی شہادت کے بعد سے ان سے قلبی لگاؤ ہو گیا۔ میں نے جب مولانا کے حالاتِ زندگی پر ایک نظر ڈالی تو یہ جان کر مجھے حیرت کا شدید جھٹکا لگا کہ مولانا تو تین سال کی عمر میں فالج کے اٹیک کی وجہ سے چلنے سے معذور ہو گئے تھے' مگر داد ہے ان کی ہمت کو کہ انھوں نے اپنی معذوری کو اپنے دین کے معاملے میں بالکل آڑے نہ آنے دیا' بل کہ تمام مشقتیں برداشت کرتے ہوئے علم حاصل کیا اور ایک وقت ایسا آیا کہ انھوں نے اتنا دین کا کام کیا کہ دشمنِ اسلام کو ان سے خوف محسوس ہونے لگا' اسی وجہ سے ان بزدلوں نے ان کو شہید کر ڈالا۔ میں نے مولانا کی زندگی کے جس باب کو کھولا تو ایک انوکھی شان پائی۔ ایسے حلم والے اور بردبار تھے کہ غصہ ان کو شاذ و نادر ہی آیا کرتا تھا۔ ان کے فرزندِ محترم سے پوچھا گیا کہ حضرت جی کو سب سے زیادہ غصہ کب آتا تھا؟ تو انھوں نے بتایا کہ جب کسی تقریب وغیرہ میں ان کا نام "مولانا اسلم شیخوپوری" لیا جاتا تو بہت ناراض ہوا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا نام "محمد اسلم" ہے' تعریفیہ کلمات تو میرے نام کے ساتھ بہت لگا دیتے ہو' لیکن "محمد" کیوں چھوڑ دیتے ہو۔

ہم نے اپنے بزرگوں سے یہ بات کئی بار سنی کہ انسان جیسی زندگی گذارتا ہے تو اس کی موت بھی ویسی ہی آتی ہے۔ واقعتاً یہ بات سچ ہے' مولانا نے ایسی ایمانی زندگی گذاری کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو موت کی سب سے اعلیٰ قسم یعنی شہادت عطا فرمائی۔ ان کے والد ماجد بھی متقی پرہیزگار شخص تھے۔ ان کی وفات کچھ یوں پیش آئی کہ تہجد کے بعد مصلیٰ پر بیٹھے ذکر و اذکار میں مشغول تھے کہ سانس کی تکلیف ہوئی' کلمہ پڑھا اور اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ مولانا اپنے والد کی موت پر بڑا رشک کیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ! جیسی موت آپ نے اس بوڑھے دیہاتی کو عطا فرمائی ہے' مجھے بھی ایسی موت نصیب فرمائیے گا' مگر کسی کو کیا معلوم تھا کہ بیٹا باپ سے بھی بازی لے جائے گا۔

ہو گئی ہے شہادت کی خواہش پوری
پہنچے ہیں خون رنگ ہو کے خلد میں شیخوپوری
قرآن کے تھے داعی' حق کے تھے شیدائی
کیسے رہ سکتی تھی پھر ان کی خواہش ادھوری

الحمد للہ! میں آج مشکوۃ کے سال تک پہنچ گئی ہوں اور میں یہی سمجھتی ہوں کہ یہ اللہ والوں سے محبت کی برکت ہوتی ہے' جو ہمیں دنیا کے گندے ماحول سے بچا کر مدارس کی آغوش میں لے آتی ہے اور پھر یہی لوگ ہمیں اللہ کے ساتھ جوڑنے کا سبب بنتے ہیں۔ ایسے ہی اللہ والے بزرگوں کے بارے میں حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم اختر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے:

مجھے کچھ خبر نہیں تھی تیرا درد کیا ہے یا رب
تیرے عاشقوں سے سیکھا تیرے سنگِ در پہ مرنا

دینِ اسلام کی بے شمار خصوصیات میں سے ایک خاصہ اور امتیازی شان یہ بھی ہے کہ اسلام نے تمام تر قبائلی امتیازات اور دنیاوی وجاہتیں اور نسبی تفاخر کو بالائے طاق رکھ کر عزت اور بلندی کا معیار اور مدار، محض تقویٰ اور تعلق مع اللہ کو قرار دیا ہے۔ چناں چہ اگر کسی نچلے خاندان کے فرد یا غلام زادے نے تقویٰ اختیار کیا اور دین کی خدمت میں اپنی صلاحیتیں خرچ کیں تو اسلامی تاریخ میں اس کا نام عزت اور احترام سے لیا گیا اور جلی حروف میں اس کا تذکرہ کیا گیا اور تا قیامت کتبِ تاریخ اس کے کارناموں سے آنے والی نسلوں کو روشناس کراتی رہیں گی۔

انھی لوگوں میں ایک مشہور تابعی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں کہ ان کے والد آزاد کردہ غلام تھے اور والدہ خادمہ تھیں، لیکن مقام یہ پایا کہ بعض علماء کی رائے کے مطابق یہ تمام تابعین میں سب سے افضل ہیں اور ان کی ایک خصوصیت تو ایسی ہے جو کسی تابعی کو حاصل نہیں بل کہ شاید صحابہ میں سے بھی کوئی صحابی اس فضیلت میں ان کا شریک نہیں، آگے اس کا تذکرہ آرہا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کا تعلق عراق کے ایک قصبہ مَیُسان سے ہے۔ آپؒ کے والد یَسار، وہاں سے غلام بنا کر مدینہ منورہ لائے گئے۔ مدینہ منورہ میں آقا نے انھیں آزاد کیا اور انھوں نے خَیرَہ نامی عورت سے نکاح کر لیا، جو اُمّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں رہا کرتی تھیں۔

21ھ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک دور میں خیرہ کے بطن سے حسنؒ پیدا ہوئے اور امّ المؤمنین کے گھر میں اور صحابہ کے نورانی ماحول میں انھوں نے پرورش پائی۔ امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، خیرہ کو بازار بھیجا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ آپؒ کی والدہ گھر سے باہر تھیں اور آپؒ شیر خوار بچے تھے۔

آپؒ نے رونا شروع کیا، امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپؒ کو چپ کرانے کی بہت کوشش کی، مگر جب رونا بند نہ ہوا تو امّ المؤمنین نے آپؒ کو اپنی چھاتی سے لگالیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے امّ المؤمنین کے سینے سے دودھ جاری فرمادیا اور اس طرح آپؒ، حضورِ اکرم ﷺ کے رضاعی بیٹے بن گئے اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس میں آپؒ تمام تابعین کی فہرست میں یکتا ہیں۔

امّ سلمہؓ اکثر اوقات آپؒ کو صحابہ کے حلقوں میں بھجوادیتی تھیں، چناں چہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھجوایا تو انھوں نے دعا دی:

اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ وَحَبِّبْهُ اِلَی النَّاس

"یا اللہ! اس بچے کو دین کی سمجھ نصیب فرما اور اس کو لوگوں میں محبوب بنادے"

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا میں آپؒ نے جمعہ پڑھا ہے اور ان کے خطبے سنے ہیں۔

آپؒ خوبرو، حسین شکل تھے۔ جسمانی اعتبار سے بھی مضبوط اور طاقتور تھے۔

کلائی کی چوڑائی بالشت برابر تھی۔ اپنے وقت کے امام، عالم، فقیہ اور تمام علوم میں مہارت رکھنے والے تھے۔ عبادت اور پرہیزگاری میں بھی صحابہ جیسی شان رکھتے تھے اور عربی زبان کی فصاحت و بلاغت تو گویا آپؒ کے گھر کی باندی تھی۔ اپنے زمانے میں آپؒ سے بہتر خطیب اور فصیح کوئی نہ تھا۔ سوائے حجاج بن یوسف کے، کہ وہ اس میدان میں آپؒ کا ہمسر تھا، لیکن حسنؒ اپنے تقویٰ کی وجہ سے غالب رہے۔

خالد بن صفوان، حضرت حسن بصریؒ کے متعلقین میں سے ہیں۔ ان سے ایک تابعی مسلمہ بن عبدالملکؒ نے درخواست کی: "مجھے حسن بصریؒ کے بارے میں کچھ بتاؤ؟" خالد فرمانے لگے: "ضرور... میں آپ کو آنکھوں دیکھا حال سناتا ہوں، وہ یہ کہ میں حلقے میں ان کا ہم نشین ہوتا تھا اور میری رہائش ان کے پڑوس میں تھی۔ (چناں چہ میں ان کو اچھی طرح جانتا ہوں) وہ جیسے خلوت میں رہا کرتے تھے اور جو کیفیت تنہائیوں میں ہوا کرتی تھی ویسے ہی وہ لوگوں کے درمیان رہا کرتے تھے۔ جو وہ کہتے تھے، ان کا عمل اس کے موافق ہوتا تھا۔ اگر وہ کسی کام کا حکم کرتے تو خود سب سے زیادہ اس کے پابند ہوتے اور اگر کسی کام سے روکتے تو خود سب سے زیادہ اس سے پرہیز کرتے۔ میں نے ان کو لوگوں سے بے نیاز دیکھا اور لوگوں کو ان کا محتاج پایا۔"

مسلمہ یہ سن کر بول اٹھے: "بس! جس قوم میں ایسا شخص ہو، وہ کیسے گمراہ ہوگی۔"

ایّامِ بیض (یعنی قمری مہینوں کی 13، 14 اور 15 تاریخ) کو روزہ رکھنے کا معمول تھا، اسی طرح پیر، جمعرات کو بھی روزہ رکھتے تھے۔

عوّام بن حوشبؒ کہتے تھے: حسنؒ کو تو میں انبیا کی مثال سمجھتا ہوں۔"

ابو قتادہ اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے: "ان بزرگ کی صحبت سے خوب فائدہ اٹھا لو۔ میں نے ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سب سے زیادہ مشابہ پایا ہے۔"

ابراہیم بن عیسیٰؒ کہتے ہیں: "میں نے حسنؒ کو مستقل غمگیں اور فکر مند پایا، جب بھی دیکھتا تو یوں لگتا کہ جیسے ابھی کسی مصیبت یا آفت سے واسطہ پڑا ہے۔"

جس کے سامنے جنت اور جہنم کے مناظر ہوں، قبر، حشر اور قیامت کے ہولناک اور خوفناک احوال جس کے دل و دماغ پر سوار ہوں تو وہ کیوں کر غمگیں نہ ہو؟ اسی لیے لوگ کہتے تھے کہ حضرت حسن بصریؒ جنت، جہنم اور قبر کے احوال ایسے بیان کرتے ہیں جیسے آپ وہاں کی سیر کر کے آئے ہیں اور پھر اس کو بیان کر رہے ہیں۔

علی بن زیدؒ کہتے ہیں: "میں نے سعید بن مسیّبؒ کو دیکھا، عروہ بن زبیرؒ کو دیکھا، قاسم بن محمدؒ کو دیکھا اور ان کے زمانے کے دوسرے بزرگوں کو دیکھا ہے (اور یہ سب کے سب بڑے علما، صلحا اور اولیا تھے۔ ان کی جلالتِ شان اور صلاح و تقویٰ میں کوئی شک نہیں، لیکن پھر بھی علی بن زید کہتے ہیں) میں نے حسن بصریؒ جیسا کسی کو نہیں پایا۔"

عوف کہتے ہیں: "حسنؒ سے زیادہ جنت کا راستہ جاننے والا میں نے نہیں دیکھا۔"

ایّوب سَختیانیؒ فرماتے ہیں: "اگر تم حسنؒ کو دیکھ لیتے تو کہتے کہ میں نے تو کبھی فقیہ دیکھا ہی نہیں ہے۔"

ایک آدمی نے یوں کہا: کاش کہ مجھے حسنؒ جیسا زہد، ابنِ سیرینؒ جیسا تقویٰ، عامر بن عبد قیسؒ جیسی عبادت اور سعید بن مسیّبؒ جیسی دین کی سمجھ نصیب ہو جائے (کہ یہ تمام بزرگ مختلف صفاتِ حسنہ کے علاوہ ان اوصاف میں نمایاں مقام رکھتے تھے اور لوگوں میں ممتاز جانے جاتے تھے، اسی لیے لوگ یہ تمنّائیں کرتے تھے اور اس زمانے کے لوگوں کی تمنّائیں بھی ایسی ہوا کرتی تھیں کہ کاش! مجھے فلاں عالم یا بزرگ کی فلاں صفت نصیب ہو جائے اور صفات ہی سے لوگ پہچانے جاتے تھے نہ کہ بنگلہ، کوٹھی، گاڑی اور موبائل سے کہ جس کے پاس یہ چیزیں جتنی عمدہ اور جدید طرز کی ہوں گی تو وہ معاشرے میں اتنا بلند مقام اور قابلِ عزت سمجھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمائے اور ہمیں بھی ایسی صفات والا معاشرہ نصیب فرمائے اور ہماری تمنّائیں اور دعائیں بھی ایسی بنادے۔ آمین) پھر لوگوں نے تلاش کیا تو حضرت حسن بصریؒ کو ان تمام صفات کا مجموعہ پایا۔

انھی صفات کی وجہ سے آپؒ کے کلام میں غیر معمولی اثر تھا اور آپ کا ایک ایک جملہ سینوں کو چیرتا ہوا دلوں میں پیوست ہوتا تھا، اس سب کے پیچھے آپؒ کی عبادت اور راتوں کی آہیں تھیں۔

ابو بکرؒ فرماتے تھے: "جب حسنؒ بات کرتے تھے تو یوں لگتا تھا جیسے ہیرے بکھیر رہے ہیں۔ ان کے بعد (بے عمل) لوگ باتیں کرتے تھے تو یوں لگتا تھا جیسے ان کے دہانوں سے قَے نکل رہی ہے۔

آپؒ کے ایک شاگرد ربیع بن انسؒ کہتے ہیں: "میں استاذِ محترم کے پاس دس سال تک جاتا رہا، ہر روز استاذ سے ایسی بات سنتا تھا جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔

جیسے آپ نے لوگوں کو دنیا سے بے رغبتی پر آمادہ کیا تھا، اسی طرح آپ خود بھی دنیا اور اس کی نعمتوں اور لذتوں سے کنارہ کَش تھے۔ مرض الوفات میں لوگ عیادت کے لیے آئے تو دیکھا کہ گھر میں نہ بستر ہے نہ قالین، نہ کوئی تکیہ ہے نہ چٹائی۔ کھجور کی چھال سی بُنی ہوئی اور پرانی سی چارپائی ہے، جس پر کوئی گدّا ہے نہ کوئی بستر جو چارپائی کی چبھن سے جسم کی حفاظت کرے اور آپؒ مرض الوفات کی تکلیف کی شدت کے باوجود بلا تکلف اس چارپائی پر دراز ہیں۔

صرف آپؒ کا وعظ و ارشاد اور اقوال ہی ذریعۂ ہدایت نہیں تھے، بل کہ آپ کی خاموش ادائیں اور سیدھی سادی زندگی بھی سینکڑوں کے لیے ہدایت کا سامان اور بہتیروں کی زندگیوں کے انقلاب کا سبب تھی۔

آپؒ کی موت کے قریب آپؒ کو غشی طاری ہوئی پھر اچانک افاقہ ہوا، آنکھیں کھولیں اور پاس والوں سے کہنے لگے: "تم نے مجھے باغات، چشموں اور مہمان خانے سے کیوں بلایا؟"

بروز جمعرات یکم رجب 110ھ کو آپؒ 88 (اٹھاسی) برس کی عمر میں اس دارِ فانی سے کوچ کر کے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ یہ تاریخ کا بہت عظیم، افسوس ناک اور کرب ناک سانحہ تھا۔

امام محمد بن سیرینؒ (جو کہ خواب کی تعبیر کے امام تھے) اپنے متعلقین کے ساتھ عصر کے بعد تشریف رکھتے تھے، کسی نے آکر حضرت حسنؒ کے انتقال کی خبر سنائی تو ابنِ سیرینؒ کا رنگ فق ہو گیا، زبان سے چند دعائیہ الفاظ کے سوا اور کچھ نہ نکل سکا، مغرب تک کسی سے بات نہیں فرمائی۔ آپؒ کی یہ حالت دیکھ کر حاضرین پر بھی ہیبت طاری ہو گئی۔ اس واقعہ کے بعد ابنِ سیرینؒ سو دن تک زندہ رہے اور پھر اپنے ساتھی سے جا ملے۔

جمعہ کے بعد آپؒ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ یہ جنازہ تاریخی جنازہ تھا۔ جمِّ غفیر نے اس میں شرکت کی، شدید ازدحام ہوا، بہت بڑا مجمع تدفین کے لیے میت کے ساتھ گیا۔ لوگوں کی کثرت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ بصرہ کی جامع مسجد میں اس روز عصر کی نماز ادا نہ ہو سکی کہ اہلِ بصرہ قبرستان میں تھے۔

یہ تو اہلِ دنیا کے الوداع کا حال تھا اور آخرت میں آسمانوں میں جو ان کا استقبال ہوا ہوگا، وہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حسن بصریؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے والا بنائے۔ آمین!

04

Arabian

14

آخر کچھ تو ہے جو راہِ راز میں ہے ابھی

آسیہ عمران

وقت اور حالات کبھی بھی ایک سے نہیں رہتے۔ یکے بعد دیگرے تبدیلیاں جنم لیتی ہیں۔ مشکل حالات سے روشن صبح کے آثار نظر آتے ہیں۔ اس وقت دنیا معاشی ٗ سیاسی ٗ معاشرتی ٗ تہذیبی لحاظ سے جن مسائل کی لپیٹ میں ہے ٗ دو عشرہ پہلے تک اس کا تصور بھی محال تھا۔ یقیناً آنے والے سالوں میں بہت کچھ بدلے گا۔ متوقع تبدیلیوں میں سے ایک تبدیلی پاکستان کے لحاظ سے ہوگی۔ یہ وقت کی سپر پاور اور ملتِ اسلامیہ کا مرکز بنے گا۔ دہشت گردی ٗ کرپشن ٗ مہنگائی ٗ قتل و غارت گری ٗ بے روزگاری ٗ عالمی طاقتوں کا خونی شکنجہ قصہ پارینہ ہو جائے گا۔ اس اندھیری رات سے حسین صبح کا ظہور ہوگا۔

یہ وقت تیاری اور تبدیلی ٗ تکلیف اور آپریشن ٗ آگاہی اور نئی سوچ کی تیاری کا مرحلہ ہے۔ حق و باطل ٗ دوست اور دشمن ٗ اپنے پرائے ٗ مخلص اور خود غرض سب اپنی اپنی صفات سے پہچانے جانے لگے ہیں۔ مسائل کی جڑوں ٗ فساد کے منبع اور نجات کی درست راہ سے آگاہی ہو رہی ہے۔ صبر و تحمل ٗ برداشت ٗ کچھ کر گزرنے کا جذبہ ٗ عشقِ رسول کا لاوا پک رہا ہے۔ اپنی کھوئی ہوئی شناخت کے دوبارہ حصول کا راستہ ہموار ہو رہا ہے۔ ہمارے باصلاحیت افراد جو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے اپنی صلاحیتوں سے دنیا کی خدمت میں مصروف ہیں ٗ اپنے ملک کا مقناطیس انھیں جلد اپنی طرف کھینچ لے گا۔ مدینہ ثانی کی پکار اور لبیک کی صدائیں ہر سمت سے آئیں گی۔ آسمان سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوگا۔ زمین خزانے اُگلے گی۔ دنیا روزگار کے حصول کے لیے ہماری سمت دوڑ لگائے گی۔ ہمارے منصوبہ ساز اپنی اعلیٰ ترین منصوبہ سازی کی مثال قائم کریں گے۔ ہم دنیا کو غلہ ٗ سبزیاں ٗ پھل اور اناج ہی نہیں دیں گے ٗ بل کہ دنیا کی معیشت کو نئی بنیادوں پر استوار کریں گے۔ نئے سیاسی رجحانات دنیا ہم سے ادھار لے گی۔ فلاحِ انسانیت کے منصوبے یہاں سے جاری ہوں گے۔ دورِ خلافت ایک بار پھر لوٹ آئے گا۔ یہاں کا عمر ٗ معصوم بچوں ٗ عورتوں اور کمزوروں پر تو کجا بکری کے بچے کو بھی پہنچنے والی تکلیف کا ذمہ دار خود کو سمجھے گا۔ ہم دنیا کو مادی کے بجائے روحانی ٗ اخلاقی اور اصل انسانی اقدار دیں گے۔

کیا سوچ رہے ہیں؟ کیا یہ صرف ایک خواب ہے؟ کیا ایسا ہونا ممکن نہیں؟ کیا یہ خالی خولی ہوائی باتیں ہیں؟

دنیا میں کہیں تیل نکلتا ہے تو وہ ملک لوگوں کے روزگار کا مرکز بن جاتا ہے۔

ہمارے ہاں تو بہت کچھ ہے۔ چار موسم ہیں ٗ غیر معمولی جغرافیائی حیثیت ہے۔ ہمارے بہادر جوان طوفانوں کا رخ موڑ سکتے ہیں۔ ہماری فورس ٗ دنیا کی چھٹی بڑی ملٹری فورس ہے۔ ہم لیبر اور مین پاور کے لحاظ سے دنیا کے بڑے ممالک میں سے ہیں۔ ہم ایٹمی پاور ہی نہیں ٗ شاہینوں ٗ شیروں ٗ بے مثل حوصلوں ٗ عزائم اور امنگوں والی قوم ہیں۔ ہم دنیا کو خدمات مہیّا کرنے والا چھٹا بڑا ملک ہیں۔ فری لانسنگ کے حوالے سے دنیا میں تیسرے نمبر پر ہیں۔ سیاست دانوں اور انجینئروں کا ساتواں بڑا پول ہیں۔ انٹارکٹیکا میں ریسرچ کرنے والی قوموں میں سے ایک

ہیں۔ نمک کے ذخیروں میں' دوسرے بڑے ذخیرے کے مالک ہیں۔ دنیا کا سب سے بڑا مین میڈ فوریسٹ چھانگا مانگا ہماری کرامتوں کا گواہ ہے۔ ہم کشتیاں جلا دینے والی قوم ہیں۔ فضاؤں کا سینہ ہی نہیں' صحراؤں کو پاٹ سکتے ہیں۔ ہمارے حوصلوں کے آگے پہاڑ سُرنگوں اور سمندر راہ مان لیتے ہیں۔

ہمارا ملک دودھ پیدا کرنے والے ممالک میں چوتھے نمبر پر ہے۔ ہماری زمین زرخیز اور قویٰ مضبوط ہیں۔ دنیا میں یوتھ کے لحاظ سے سب سے بڑا ملک ہیں۔

ہم توحید کے حامل' عشقِ رسول پر مر مٹنے والی قوم ہیں۔ ہماری اَن پڑھ ماؤں کی گودیں بھی اتنی زرخیز ہیں کہ ان سے ایمان پر کٹ مرنے کا جذبہ رکھنے والی کھیتیاں لہلہاتی ہیں۔ دنیا کے ذہین ترین لوگ 'خلائی ماہرین 'فوٹو گرافر 'انجینیر ہماری جھگیوں میں جنم لیتے ہیں۔ ہزار ناموافق حالات کے باوجود ہم اسلامی آئین بناتے ہیں اور کام یاب ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں قادیانی غیر مسلم قرار پاتے ہیں۔ ہمارے کشمیری بہن' بھائی سالوں سے خون کی ندیاں بہاتے' پاکستان زندہ باد کے نعرے لگاتے' پاکستانی پرچموں میں عازمِ سفرِ آخرت ہوتے ہیں۔ ان کی آزاد روحیں پاکستان کو منزل تصور کرتی ہیں۔ دنیا میں کسی کونے میں کوئی مسلم تڑپے تو سسکیاں یہاں سے نکلتی ہیں۔

آخر کچھ تو ہے اس میں جو دوسروں کو نظر آتا ہے اور ہماری نگاہیں اسے نہیں دیکھ پا رہیں۔ کوئی وجہ تو ہے کہ وہ ہمیں خطرناک ترین ملک تصور کرتے ہیں۔ دنیا میں گیارہ سے زائد اینٹی اسٹیٹ عناصر ہمارے خلاف کام کر رہے ہیں۔ ہماری گیس لائن کے معاہدے ہوتے ہیں تو دنیا روڑے اٹکاتی ہے۔ چائنہ کوریڈور سے دشمن کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں۔ کوئی سی پیک کا مخالف اور کوئی ایٹمی قوت ہونے پر خوف زدہ ہے۔ ہزاروں سوِل سوسائٹیز اور ایجنسیاں منظّم کی جاتی ہیں۔ ملٹی نیشنل کمپنیز اپنے لاؤ لشکر اور ساز و سامان اور ایجنڈوں کے ساتھ آدھمکتی ہیں۔ حادثہ دنیا کے کسی کونے میں بھی ہو تو مشکوک نظروں سے ہمیں دیکھا جاتا ہے۔ ملالائیں اور مظلوم کردار ہمارے ہاں ڈھونڈے جاتے ہیں۔

تعلیم' تہذیب' شناخت پر ہمہ پہلو حملے بلاوجہ تو نہیں۔ بہت کچھ قیمتی ہے' جن پر عالمی لٹیروں کی نظر ہے۔ بہت کچھ ہے جس میں انہیں اپنی اور اپنے ظالم نظام کی موت نظر آتی ہے۔ میڈیا اپنے قبضے میں کیے وہ صرف یہاں کے منفی پہلو ہی کیوں دِکھاتے ہیں۔ کیا اس لیے کہ یہاں کہ ہیروں کو سامنے نہ لایا جا سکے؟ دنیا ان کے اصل پن کو پہچان نہ لے؟ دنیا ان کی کیڑا کاریوں سے منہ پھیر کر قبلہ تبدیل نہ کر لے؟ دنیا ان کے سرمایہ دارانہ نظام کا جنازہ پڑھ کر اسلامی نظام کے سامنے سجدہ ریز نہ ہو جائے؟ یقیناً بہت کچھ اور بہت خاص ہے کچھ !!!

تو اب ہمیں جاننا ہے کہ ہم میں کیا خاص ہے اور منزل تک پہنچنے کی اصل رکاوٹ کیا ہے؟ ہم میں اصل قوتِ ایمانی ہے' جس سے دشمن خائف ہے اور رکاوٹ اپنے محاسبے کی کمی ہے کہ ہم اپنی بنیادِ حقیقی سے ہٹتے جا رہے ہیں۔

ہمیں یہ بات سمجھنی چاہیے کہ بے شک قیادت کے کرنے کے بہت سے کام ہیں' لیکن دیانت دار قیادت دیانت دار لوگ ہی لایا کرتے ہیں۔ ہمیں اس بنیاد پر معاشرہ تعمیر کرنا ہوگا۔ ہمارا پاکستان دراصل ہمارا اپنا دائرہ کار ہے۔ اگر ہم اس دائرہ کار میں تعمیر کا کام کر لیتے ہیں تو یقیناً یہ ملک و قوم کی بہت بڑی خدمت ہو گی۔

استاد اگر اپنے دائرہ کار میں کام کرتے ہوئے ملک و قوم کو ایسے نوجوان تیار کر کے دے دے جو فکری' روحانی' اخلاقی' معاشی اور سیاسی ہر میدان میں پاکستان کے دست و بازو بن سکیں۔ ان کی رگ و پے میں اسلام کی روح کو اتار دے۔ ایک ناقابلِ تسخیر قوم ہونے کے حوالے سے ان کے نظریات اور عقائد کو غیر متزلزل بنا دے اور انہیں دشمن کی سازشوں اور مخالف طوفانوں سے آگاہی دے دے۔

ایک عورت اگر اپنے دائرہ کار میں کام کرتے ہوئے اپنے گھر' اپنے بچوں' اپنے شوہر اور اپنے خاندان کی تربیت کرے' اپنے گھر میں حرام نہ آنے دے' حبِّ الٰہی اور حبِّ رسول ﷺ ان کی گھٹی میں ڈال دے' ان کی پریشانیوں کو دور کرے اور خوشیوں میں معاون بنے اور ان کو مضبوط بنائے تو خاندان کی مضبوطی سے ہی ملک و قوم کی مضبوطی ہے۔

ہر فرد منی پاکستان ہے' اگر ہر فرد اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے امانت و دیانت سے کام کرے' اپنی بہترین صلاحیتیں اپنے ادارے کو دے۔ اپنی ذمہ داری کو احسن سے احسن انداز میں نبھانے کی کوشش کرے' حرام سے دور رہے' قانون کی پاس داری کرے اور اپنے ارد گرد کے ماحول کو صاف و پاکیزہ بنانے کی کوشش کرے تو یہ منی پاکستان کی تعمیر و ترقی ہی ہمارے پاکستان کی تعمیر و ترقی ہو گی۔

نوجوان کسی بھی قوم کا مستقبل اور امید ہوتے ہیں۔ وہ ملک کا تازہ خون ہیں۔ اگر نوجوان اپنے اسلامی اور قومی تشخص پر برقرار رہتے ہوئے وقت اور حالات کے تقاضوں کو پورا کریں' اداروں کی جڑوں سے کرپشن کے ناسور کو ختم کرنے کی کوشش کریں اور ملک کو درپیش چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے فکری اور عملی طور پر تیار ہو جائیں تو دشمن کی ساری سازشیں دھری کی دھری رہ جائیں گی اور ہمارا وطنِ عزیز اسلام کا مضبوط قلعہ اور ناقابلِ تسخیر قوت بن جائے گا۔

یاد رکھیے! اللہ نے پاکستان کلمے کی بنیاد پر دیا ہے۔ اس کی حفاظت' تعمیر و ترقی کا کام ہم نے نہ کیا تو اللہ ہمیں میں سے اور حب الوطن لوگوں سے یہ کام لے لے گا' لیکن ایسے میں ہم ناکام ہو جائیں گے۔ ہماری جگہ دوسرے لوگ لائے گا۔ اس کام کو تو بہر حال ہو کر ہی رہنا ہے۔ ایسے میں ناکام ہم ہو جائیں گے۔

اللہ ہمارے وطنِ عزیز کی حفاظت فرمائے اور دشمن کے ہزار پروپیگنڈے کے باوجود ہمیں اس نعمتِ کبریٰ کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی تعمیر و ترقی کے لیے ہمیں اپنی ذمہ داری کو پہچاننے اور اسے بحسنِ خوبی سر انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

استصناع
آرڈر پر مال تیار کروانا

غلام عباس

استصناع

بہت دفعہ لوگ تیار شدہ چیز نہیں لیتے بلکہ آرڈر دے کر بنواتے ہیں اس عمل کو شریعت کی اصطلاح میں استصناع کہتے ہیں۔ گویا' استصناع" شرعاً ایسے معاملے کو کہا جائے گا جس میں ایک فریق دوسرے فریق کو کوئی چیز بنانے کا آرڈر دے اور خام مال بھی بنانے والے کا ہی استعمال کرے۔ کیونکہ اگر اس چیز کی تیاری کے لیے میٹریل اور خام مال دے کر کوئی چیز بنوائی جائے تو وہ شریعت کی رو سے اجارہ کہلائے گا' استصناع نہیں رہے گا۔ استصناع میں چیز بنانے والے کو صانع اور مینو فیکچرر اور بنوانے والے خریدار کو مستصنع کہتے ہیں۔

استصناع کے لیے شرائط

استصناع کے صحیح ہونے کے لیے شریعت نے کچھ اصول مقرر کیے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

الف-قیمت کا تعین

استصناع کا کنٹریکٹ کرتے وقت فریقین کے لیے ضروری ہے کہ وہ چیز کی قیمت پہلے سے طے کر لیں۔ البتہ ادائیگی ایڈوانس میں کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ باہمی رضامندی سے کوئی بھی وقت اور طریقہ مقرر کیا جا سکتا ہے۔

ب-چیز کے اوصاف کا بیان

آرڈر پر بنائی جانے والی شے میں جو اوصاف مطلوب ہیں وہ استصناع کے معاہدے میں واضح طور پر بیان ہوں تاکہ چیز کی ڈیلیوری کے وقت فریقین میں کسی قسم کا کوئی جھگڑا اور اختلاف پیدا نہ ہو سکے۔ بعض اوقات چیز کے مکمل اوصاف بیان نہیں کیے جاتے تو بنانے والے کا یہ اخلاقی فریضہ ہے کہ وہ اس چیز کو بناتے وقت ان اوصاف کا بھی خیال رکھے جو اس چیز کی تزئین و آرائش کا سبب بنتی ہیں۔

ج-استصناع مینوفیکچرنگ میں ہی ہو سکتا ہے

استصناع کا کنٹریکٹ کرتے وقت فریقین کے لیے ضروری ہے کہ وہ چیز کی قیمت پہلے سے طے کر لیں۔ البتہ ادائیگی ایڈوانس میں کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ باہمی رضامندی سے کوئی بھی وقت اور طریقہ مقرر کیا جا سکتا ہے۔

کیا ڈیلیوری کے لیے کوئی وقت مقرر ہوگا؟

استصناع میں ڈیلیوری کا وقت تو مقرر کرنا ضروری نہیں ہے لیکن اگر اتنا وقت مقرر کر لیا کہ جس میں عموماً اس طرح کا آرڈر آسانی سے کیا جا سکتا ہے تو ایسا کرنا صحیح ہے اور اگر اس مدت میں مال تیار نہیں ہوا تو خریدار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اسے قبول نہ کرے اور نہ ہی ادائیگی کا پابند کیا جائے گا بلکہ اگر اس تاخیر سے اگر خریدار کو کوئی نقصان پہنچا ہے تو اس نقصان کی تلافی بھی بنانے والے سے کروائی جائے گی۔

ڈیلیوری کے لیے جگہ کی تعیین

اگر آرڈر پر تیار کی جانے والی چیز اس نوعیت کی ہے کہ جس کی نقل وحمل پر اضافی اخراجات آتے ہوں تو اس وقت ڈیلیوری کا مقام بھی طے کرنا چاہیے تاکہ بنانے والا اس لحاظ سے چیز کی قیمت مقرر کرلے۔

مینوفیکچرر سے گارنٹی لینا

استصناع میں چیز بنانے والے سے کوئی چیز بطور رہن اور گارنٹی لی جاسکتی ہے، تاکہ ممکنہ نقصان سے بچا جاسکے۔

کیا چیز خود بنانا ضروری ہے؟

اگر خریدار نے خود بنانے کی شرط نہ لگائی ہو تو پھر کہیں سے خرید کر بھی چیز حوالے کی جاسکتی ہے لیکن اگر خریدار نے خود بنانے کی شرط عائد کی ہو تو پھر کہیں اور سے چیز خرید کر چیز دینا درست نہیں ہوگا بلکہ خود بناکر دینا ضروری ہوگا۔

ڈیلیوری سے پہلے چیز کو بیچنا

استصناع میں چیز کی ڈیلیوری کے بعد ہی اس کو آگے بیچا جاسکتا ہے اس سے پہلے بیچنا جائز نہیں، کیونکہ حدیث میں ایسی چیز کو بیچنے سے منع کیا گیا ہو جو ابھی تک قبضے میں نہ آئی ہو۔

کیا چیز خود بنانا ضروری ہے؟

ڈیلیوری سے پہلے اگر چیز کسی وجہ سے ضائع ہوگئی تو یہ بنانے والے کا نقصان شمار ہوگا کیونکہ ابھی تک اس پر ملکیت بنانے والے کی ہی تھی اور اگر ڈیلیوری ہوگئی یا قبضہ حکمی ہوگیا کہ بنانے والے نے اس چیز اور خریدار کے درمیان تخلیہ کردیا تو اب اگر وہ چیز ہلاک یا تباہ ہوجاتی ہے تو اس وقت یہ نقصان خریدار کا سمجھا جائے گا۔

مندرجہ ذیل اشیا میں استصناع کیا جاسکتا ہے:

- گھر بنوانے کے لیے۔
- کپڑے یا جوتے بنوانے کے لیے۔
- مشینری بنوانے کے لیے۔
- کوئی گاڑی یا وہیکل بنوانے کے لیے۔
- رہائشی بلڈنگ کی تعمیر کے لیے۔
- ٹیکنالوجی انڈسٹری میں بھی استصناع کیا جاسکتا ہے۔

آج کل آرڈر پر چیز بنوانا بہت عام ہے لیکن چونکہ اس کے لیے شریعت نے کچھ اصول مقرر کیے ہیں جن کی پابندی کیے بغیر وہ چیز شرعاً درست نہیں رہتی۔
اس لیے اگر آرڈر پر کوئی چیز بنوانا چاہیں تو مندرجہ بالا تفصیل کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

ایک عمر رسیدہ خاتون کے گھٹنوں میں لعاب ختم ہوگیا تھا۔ سرجن نے ان کو آپریشن کرانے کا مشورہ دیا۔ ان خاتون کو روزانہ تین بھنڈیاں جس کا سرا کاٹ دیا گیا ہو ایک پیالی گرم پانی میں رات کو بھگو کر رکھنے اور صبح نہار منہ ان بھنڈیوں کو مسل کر لعاب پینے کا مشورہ دیا۔ اس کے مسلسل استعمال سے تین ماہ میں لعاب کی کمی پوری ہوگئی اور یہ مریضہ بغیر کسی سہارے کے معمول کے مطابق چلنے پھرنے لگیں۔
بھنڈی ریاح پیدا کرتی ہے، گو کالی مرچوں سے کچھ مداوا ہوجاتا ہے۔ مگر بادی، ریح اور قبض کے مریض کو حتی الامکان بھنڈی کا استعمال کم کرنا چاہیے، بل کہ کھانسی اور دمہ والے مریضوں کے لیے بھی بھنڈی کا زیادہ استعمال مضر ہے۔ ادرک اور گوشت کے بغیر کمزور معدے والے اشخاص کو کسی صورت نہیں کھانا چاہیے یہ نفخ پیدا کرتی ہے اور دیر ہضم بھی ہے۔

05

Perfect

19

مسائل
پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

ماہِ محرم کی رسوم

سوال: محرم کی دسویں تاریخ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ کے موقع پر روافض کی دیکھا دیکھی بہت سارے سنی مسلمان بھی رسمِ تعزیہ داری' ماتم' واویلا اور نوحہ کرتے ہیں' مرثیے گاتے ہیں اور سیاہ لباس پہنتے ہیں۔ شریعت میں اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: نواسۂ رسول ﷺ' جگر گوشۂ بتول حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت یقیناً ایک دردناک حادثہ اور خاندانِ نبوت سے عقیدت رکھنے والے ہر مسلمان کے لیے روح فرسا واقعہ ہے۔ اس حادثہ میں پنہاں یہ درس حاصل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ حق پر کس طرح قائم رہنا چاہیے اور کسی جابر اور ظالم طاقت کے سامنے جھکنے سے جامِ شہادت نوش کرنے کا مقام کتنا بلند ہے! لیکن یہ انتہائی بدقسمتی ہے کہ اس سے جرأت وحق گوئی کا سبق حاصل کرنے کی جگہ پر ان جاہلانہ اور زنانہ مراسم نے قبضہ کر لیا ہے اور اب ان ہی کے ذریعے حق وفاداری ادا کیا جاتا ہے۔

محرم الحرام میں کی جانے والی مذکورہ رسوم بدعت ہونے کی بناء پر ناجائز اور حرام ہیں' نیز تعزیہ بنانا گناہ ہے' کیونکہ یہ عوام کے بہت سے افعالِ شرکیہ کا سبب بنتا ہے: لوگ اس سے مرادیں مانگتے ہیں' چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور اس کے لیے منتیں مانگتے ہیں اور ان افعال کے شرکیہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔

ماہِ محرم وصفر میں شادی کا حکم

سوال: آج کل مسلمانوں کے ایک طبقہ کا خیال یہ ہے کہ محرم اور صفر میں شادی کرنا درست نہیں ہے' اس لیے کہ محرم غم کا اور صفر نحوست کا مہینہ ہے۔ شریعت کی نظر میں یہ خیال درست ہے یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ تمام مہینے اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں' لہٰذا کوئی مہینہ غم ومصیبت کے ساتھ خاص ہے اور نہ ہی نحوست کے ساتھ' بلکہ خود انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے گناہوں کی نحوست کا شکار ہو جاتا ہے۔

جہاں تک ماہِ محرم میں شادی بیاہ کرنے کا تعلق ہے تو یاد رہے کہ جس طرح سال کے دوسرے مہینوں میں شادی بیاہ کرنا جائز ہے' اسی طرح محرم میں بھی جائز ہے۔ کسی بھی دلیل شرعی سے اس کی حرمت وممانعت ثابت نہیں ہے' بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ماہِ محرم میں شادی کرنا اور کرانا' دونوں نبی کریم ﷺ کی سنت ہے' چنانچہ آپ ﷺ کا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح ماہِ محرم میں ہوا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے اپنی دونوں صاحبزادیوں (حضرت امِّ کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) کا نکاح ماہِ محرم میں کرایا' لہٰذا اغیار کی پھیلائی

ہوئی اس غلط سوچ کو ترک کر دینا چاہیے۔

طلاق دینے کے مختلف احکام

سوال: شریعت نے ازدواجی زندگی کے لیے نکاح کو مشروع فرمایا اور نباہ نہ ہونے کی صورت میں طلاق کی اجازت دی ہے' لیکن یہ بھی فرمایا کہ ناپسندیدہ ترین فعل طلاق ہے۔ مشاہدات بتاتے ہیں کہ قصور جانبین کا ہوتا ہے' جبکہ شریعت میں صلح بھی مطلوب ہے۔ وہ کیا امور ہیں اور ان کی کیا ترتیب ہے کہ جن سے طلاق تک نوبت نہ آئے اور عورت کی اصلاح بھی ہو جائے؟ اگر پھر بھی عورت کی اصلاح نہ ہو تو طلاق کس وقت' کن الفاظ سے' کس طریقے سے اور کس ترتیب سے دی جائے؟

جواب: واضح رہے کہ رشتۂ ازدواج توڑنے کے لیے نہیں' بلکہ قائم رکھنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ شریعت نے رشتۂ ازدواج کو پائیدار رکھنے کے لیے متعدد اقدامات تجویز فرمائے ہیں:

اول۔۔۔ زوجین ایک دوسرے کے حقوق ٹھیک ٹھیک ادا کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ ناانصافی کا برتاؤ نہ کریں اور اگر کبھی ایک دوسرے کی جانب سے ناگوار بات پیش آجائے تو درگزر سے کام لینا چاہیے۔ الغرض دونوں اس کی کوشش کریں کہ یہ مقدس رشتہ الفت ومحبت کا آئینہ دار ہو اور بے زاری کے جراثیم سے پاک رہے۔

دوم۔۔۔ اگر خدانخواستہ کبھی دونوں کے درمیان رنجش پیدا ہو جائے تو اس کو طول دینے کی کوشش نہ کریں' بلکہ دونوں صبر وتحمل اور الفت ورواداری کی فضا میں اس "دوستانہ رنجش" کو دور کر کے دل صاف کر لیں اور حُسن وتدبر کے ساتھ آپس کا معاملہ خود نمٹالیں کہ تیسرے شخص کی مداخلت کی ضرورت پیش نہ آئے۔ خصوصاً مرد جسے "ازدواجی کمیشن" کا سربراہ مقرر کیا گیا ہے' اس پر خصوصی پابندی عائد کی گئی ہے کہ وہ خود بھی مردانہ عقل اور دوراندیشی سے کام لے اور حلم ووقار کے ساتھ اپنی شریکِ حیات کی اصلاح کی مناسب تدابیر کرے۔

سوم۔۔۔ اگر خدانخواستہ معاملہ دونوں کے قابو سے باہر ہوتا نظر آئے تو دونوں خاندانوں کے داناؤں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ دونوں کے درمیان جوڑ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اس کی صورت یہ تجویز فرمائی گئی ہے کہ ایک دانشمند بزرگ شوہر کے خاندان سے اور ایک بیوی کے خاندان سے کیا جائے' وہ دونوں مل کر دونوں کی شکایات سنیں اور ان کے ازالے کی کوشش کریں۔ میاں بیوی کے درمیان پیدا شدہ غلط فہمیوں کو دور کریں اور اگر کوئی فریق زیادتی کر رہا ہے تو اس کو مناسب فہمائش کریں اور اس سلسلے میں کسی فریق کی طرف داری وجانب داری نہ کریں' بلکہ حمایت اور مخالفت سے بالاتر ہو کر دونوں کی اصلاح کی کوشش کریں۔

اگر مذکورہ بالا نکات پر ان کی حقیقی روح کے مطابق عمل کیا جائے تو ان شاء اللہ طلاق کی نوبت نہ آئے گی۔ اور اگر ان تمام تدابیر کے باوجود میاں بیوی کے درمیان موافقت نہ ہو سکے تو آخری حیلہ طلاق ہے اور اس سلسلے میں یہ حکم دیا گیا کہ:

1: طلاق حالتِ حیض میں نہ دی جائے' بلکہ جب عورت ایام سے پاک ہو جائے تب اگر طلاق دینا منظور ہو تو وظیفۂ زوجیت ادا کئے بغیر طلاق دی جائے۔

2: طلاق بھی صرف ایک دی جائے' تین طلاقیں بیک وقت نہ دی جائیں۔

3: اس ایک طلاق کے بعد عورت عدت گزارے گی اور عدّت تین حیض ہیں۔

4: عدت کے ختم ہونے تک دونوں کا نکاح باقی رہے گا' اب دونوں کے درمیان مصالحت کی گنجائش ہو گی' دونوں طلاق اور جدائی کے انجام اور بچوں کے مستقبل کے بارے میں غور کر سکیں گے' اور اگر دونوں کو عقل آگئی تو مرد عدّت ختم ہونے تک بیوی کو واپس لے سکتا ہے' دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔

5: اور اگر ایک طلاق کے بعد بھی دونوں کو عقل نہ آئی اور مرد نے رجوع نہیں کیا تو عدت (تیسرا حیض) ختم ہونے کے بعد نکاح از خود ختم ہو جائے گا اور دونوں کے درمیان جدائی ہو جائے گی' لیکن چونکہ یہ جدائی ایک طلاق سے ہوئی ہے' اس لیے اگر اب بھی ان کا جی چاہے تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ یہی حکم دو طلاقوں کا ہے کہ دو طلاق کے بعد رجوع کی گنجائش ہے' بشرطیکہ ایک یا دو طلاقیں بائنہ نہ دی ہوں۔

6: اگر کسی شخص نے اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدود کو توڑتے ہوئے بیک وقت تین طلاقیں دے دیں' تو تینوں واقع ہو جائیں گی' عورت حرمتِ مغلظہ کے ساتھ حرام ہو جائے گی اور اب بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ ان کا نکاح نہیں ہو سکے گا اور یہ شخص حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہو گا۔

7: اسی طرح اگر کسی شخص نے حیض کی حالت میں طلاق دے دی یا حیض کے بعد وظیفۂ زوجیت ادا کرنے کے بعد طلاق دے دی تو یہ شخص گناہ گار ہو گا اور جیسی طلاق دی ہو' واقع ہو جائے گی۔ اگر ایک طلاق دی ہو گی تو ایک واقع ہو گی اور اس کو طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ اور اگر حیض کی حالت میں تین طلاقیں دی ہوں تو واقع ہو جائیں گی' اب شوہر کے لیے رجوع کی گنجائش نہ ہو گی اور نہ بغیر حلالہ شرعی کے دونوں دوبارہ نکاح کر سکیں گے۔

بھنڈی اپنی ساخت اور حجم کے باعث دیکھنے میں بہت بھلی لگتی ہے۔ غالباً اسی لیے انگریزی میں اسے (LadyFinger) اور عربی میں بامیہ کہتے ہیں۔
بھنڈی موسم گرما کی سبزی ہے۔ طب یونانی کے مطابق مزاج کے اعتبار سے سرد تر ہے۔ اس میں وٹامن اے، بی اور سی، معدنی نمکیات، فاسفورس، چونا، آئیوڈین اور فولاد پائے جاتے ہیں۔ پکاتے وقت اسے گھر میں زیادہ دیر تک نہیں تلنا چاہیے کیونکہ زیادہ حدّت سے اس میں پائے جانے والے حیاتین اور دیگر کئی مفید اجزاء ضائع ہو جاتے ہیں اور اگر ذائقہ من پسند بنانے کے لیے زیادہ دیر تلنا مقصود ہو تو ہلکی آنچ پر تیل گرم کر کے اس میں بھنڈی تلیں۔ ہلکی آنچ تیز حرارت کی نسبت کم نقصان دہ ہے۔
اپنی تمام تر خوبیوں اور فوائد کے باوجود بھنڈی بدنام بہت ہے۔ ذرا سی طبیعت خراب ہو جائے تو فوراً جن چیزوں سے پرہیز کا مفت مشورہ دے دیا جاتا ہے ان میں بھنڈی سرفہرست ہوتی ہے۔ اس عام غلط فہمی کی وجہ سے لوگ بے چاری بھنڈی کو ثقیل اور دیر ہضم سمجھ کر اس سے دور ہی رہنا پسند کرتے ہیں، حالاں کہ قدرت نے بھنڈی میں ذائقے کے ساتھ بڑی غذائیت اور فوائد رکھ دیے ہیں۔ بھنڈی بطور سبزی پکا کر کھائی جاتی ہے، لیکن بہت سے لوگ اس کے طبّی فوائد سے ناواقف ہیں۔ یہ سبزی دوا کے طور پر زیادہ استعمال ہوتی ہے۔
بھنڈی میں آئیوڈین بکثرت پائی جانے کی وجہ سے یہ مرضِ غوطر (Goitre) میں بہت فائدہ کرتی ہے۔
صفرا اور گرمی کے جوش میں بھنڈی فائدے مند ثابت ہوتی ہے۔ بھنڈی کا سالن سوزاک اور جریان کے مریضوں کے لیے بے حد مفید ہے۔ اس کے بیجوں کے شربت میں صندل ملا کر استعمال کروانے سے سوزاک اور جریان ختم ہو جاتا ہے۔ بھنڈی جڑ سے اکھاڑ لیں اور دھو کر خشک کر لیں اور پیس کر اس کا سفوف تیار کر لیں۔ یہ سفوف بھی مرض جریان میں بے حد مفید ہے۔
نرم اور چھوٹی بھنڈیاں، سبز حالت میں توڑ کر اچھی طرح دھولی جائیں اور روزانہ چار یا پانچ بھنڈیاں کھالی جائیں تو عام جسمانی صحت بھی بہتر ہو جاتی ہے اور مادّہ تولید میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کا استعمال ان لوگوں کے لیے بھی مفید ہے جو بڑھے ہوئے جنسی ہیجان میں مبتلا ہوں، اس کی وجہ سے خود پر قابو نہ رکھ سکتے ہوں یا اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے جنسی امراض کا شکار ہو گئے ہوں۔
یہ بھنڈی لاجواب سبزی ہے۔ اس کے لعاب میں شربت انجبار ملا کر استعمال کرنے سے پیچش کے مریض کو افاقہ ہوتا ہے۔ پرانی پیچش کے لیے بھنڈی کی جڑ کا لعاب مصری میں ملا کر پلایا جاتا ہے۔ یہ لعاب آنتوں کی خراش، سوزش اور جلن کو دور کرنے کے لیے انتہائی مفید ہے۔
گردے یا مثانے کی سوزش کی صورت میں بھنڈی کا لعاب دو تین بار پلانے سے افاقہ ہوتا ہے۔
بھنڈی بعض مردانہ اور زنانہ بیماریوں میں بھی فائدہ دیتی ہے۔ اس مقصد کے لیے سفید بیجوں والی نرم اور چھوٹی بھنڈی مفید ہے۔ بعض اوقات گرمی یا دوسرے امراض کی وجہ سے پیشاب جل کر آتا ہے۔ ایسی صورت میں تازہ یا خشک بھنڈی کا جوشاندہ فائدے مند ہے۔
گردے کی پتھری اور امراض مثانہ کی بیماریوں کو دور کرنے کے لیے بھنڈی، گوکھرو اور تخم خیارین ہم وزن ملا کر مرکب تیار کر لیں۔ اسے شربت بزوری کے ہم راہ استعمال کرانے سے فائدہ ہوتا ہے۔
بانجھ عورتوں کو بھنڈی کے جوشاندے کی پچکاری کا (Douche) دیا جاتا ہے تو بانجھ پن رفع ہو جاتا ہے، اس سے ورم رحم کی شکایت بھی دور ہو جاتی ہے۔ بھنڈی کے بیج سائے میں خشک کر کے باریک سفوف بنا لیں اور اسے شہد میں ملا کر مریضہ کو دیں، افاقہ ہوگا۔
بھنڈی کے جوشاندے میں سرکہ انگوری ملا کر کُلیاں کرنے سے دانتوں کا درد دور ہو جاتا ہے۔ اس کا خشک گودا کوٹ کر گرم گرم باندھنے سے پھنسیاں پھوڑے پک کر پھوٹ جاتے ہیں۔
بھنڈی میں پیکٹن اور نشاستہ ہونے کی وجہ سے جراثیم کُش کی صلاحیت زیادہ ہے۔ اس میں غذائی حرارے کم ہوتے ہیں، لہٰذا موٹاپا پیدا نہیں کرتی اور اعصاب کو سکون دیتی ہے۔
ڈیڑھ چھٹانک بھنڈیاں اتنے ہی پانی میں تین منٹ تک ابالیں۔ اس پانی کو چھان کر چینی یا مصری ملا کر دانت کے درد، خشک کھانسی اور گلے کی خراش میں مبتلا مریضوں کو استعمال کرانے سے فائدہ ہوتا ہے۔
بھنڈی کی سبزی کھانے یا کچی بھنڈی پر لیموں نچوڑ کر مسالے ڈال کر کھانے سے خون کی کمی دور ہو جاتی ہے۔
ہری بھری بھنڈی اپنے اندر کتنے فوائد رکھتی ہے اس کا پتہ حالیہ تحقیق میں چلا ہے کہ بھنڈی کھانے سے ڈپریشن اور جسمانی کمزوری کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اس تحقیق میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ بھنڈی کھانے سے السر اور جوڑوں کے درد سے آرام آتا ہے۔ اس کے علاوہ پھیپھڑوں میں انفیکشن اور گلے کی خرابی بھی بھنڈی کھانے سے دور ہو جاتی ہے۔ بھنڈی وہ واحد سبزی ہے جو اپنے اندر وٹامن سی کی بڑی مقدار رکھتی ہے اور بھنڈی کا زیادہ استعمال کرنے سے کولیسٹرول بھی کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔
بھنڈی میں پیکٹن (Pactin) مادّے کے باعث لعاب خاصی مقدار میں ہوتا ہے۔ ان لعاب دار مادّوں کی وجہ سے فضلے کے آنتوں میں آگے بڑھنے اور جسم سے خارج ہونے میں بھی سہولت ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معدہ اور آنتوں کی بڑھی ہوئی تیزابیت یا خراش کے مریضوں کو بھنڈی استعمال کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ اس کا جوشاندہ پینے سے گرمی کے بخار کی گھبراہٹ دور ہوتی ہے۔ خشک کھانسی گلے کی خراش اور سینے کی خشکی دور کرنے کے لیے اس کا لعاب پلانا چاہیے۔ اس سے بلغم رقیق ہو کر خارج ہو جاتا ہے۔ (بقیہ ص18 پر)

اس غیر متوقع طرزِ عمل کے بعد ارم نے فیصلہ کیا کہ اب وہ یہ معاملہ اللہ پر چھوڑ دے گی اور آئندہ اس موضوع پر عمران سے کوئی بات نہیں کرے گی۔
دن گزرے، راتیں گزریں اور برسوں گزر گئے۔ اب ارم اور عمران بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ چکے تھے۔ ابراہیم کی شادی ہو گئی تھی اور باپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس نے بھی اپنے کمرے کی سائیڈ ٹیبل کے دراز کو خالی ہی رکھا۔ ارم کو اس بات کا علم نہ تھا۔ ایک دن اس نے دونوں باپ بیٹے کے درمیان ہونے والی گفتگو سن لی، تب اسے معلوم ہوا کہ بیٹا تو باپ سے بھی دو ہاتھ آگے ہے۔
"ابو! یہ کچھ پیسے آپ رکھ لیں۔" ابراہیم نے اپنے باپ کے ہاتھ میں کچھ پیسے تھماتے ہوئے کہا۔
"بیٹا! ذرا ٹھہرو... مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔" عمران نے بیٹے کو روکتے ہوئے کہا۔
"جی ابو! کہیے؟"
"بیٹا! میں سوچ رہا تھا کہ تم میرا مستقل خرچہ باندھ دو۔" عمران نے بات شروع کی۔
"لیکن کیوں ابو؟؟ میں سب کچھ تو لا دیتا ہوں آپ کو۔"
"بیٹا! میں بھی انسان ہوں۔ میری بھی کچھ ذاتی ضروریات ہیں، جن کے لیے مجھے بار بار تمہیں کہنا اچھا نہیں لگتا۔" کئی سالوں پہلے یہی الفاظ ارم اس سے کہا کرتی تھی۔
"کیوں نہیں ابو! میں آپ کا بیٹا ہوں، اگر میں آپ کی ضروریات کو پورا نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا۔" ابراہیم نے کہا۔
"بیٹا! تمہارے سر پر ویسے ہی ذمہ داریوں کا اتنا بوجھ ہے۔ ایسے میں، میں بھی اپنی چھوٹی چھوٹی ضروریات کے لیے تمہیں بار بار پریشان کروں۔ یہ مجھے اچھا نہیں لگتا۔ تمہارا جب دل چاہے تم مجھے تھوڑی سی رقم دے جاتے ہو، کبھی تو یہ پیسے لمبے عرصے تک چل جاتے ہیں اور کبھی ختم ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے پریشانی ہوتی ہے۔ اب میں کسی سے مانگ تو نہیں سکتا نا۔ تم میرا خرچہ باندھ دو گے تو تمہاری بھی ذمہ داریاں کم ہوں گی اور تمہاری بچت بھی ہو سکے گی۔" عمران نے اپنی بات ختم کی۔
"ٹھیک ہے ابو! آپ کہتے ہیں تو میں رات کو آپ کو خرچے کے پیسے دے دوں گا۔" یہ کہہ کر ابراہیم جانے لگا۔
"بیٹا سنو! میرے ساتھ ساتھ اپنی بیوی کا بھی خرچہ باندھ دینا۔ وہ بے چاری سب کچھ چھوڑ کر تمہارے لیے آئی ہے۔ دن رات اس گھر کی دیکھ بھال اور تمہاری خدمت کرتی ہے۔ اتنا تو اس کا حق ہے کہ تم اسے اپنی مرضی، پسند اور خواہش کے مطابق چیزیں خریدنے کے لیے پیسے فراہم کر دو۔"
"جی اچھا ابو!" یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔
رات کو ارم نے عشاء کی نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اس کی آنکھیں نَم تھیں۔ آخر کار عمران کو اس کی بات سمجھ میں آگئی۔
"ارم..." عمران کی آواز آئی۔
"جی۔" اس نے جواب دیا۔
"یہ لو۔" عمران نے ایک لفافہ اسے تھمایا۔
"یہ کیا ہے؟" ارم نے پوچھا۔
"تمہارا خرچہ..."

مجھے تجھ سے ملنا ضرور ہے

قسط نمبر 1

اُمّتی

وہ دونوں طواف کر رہے تھے۔ تیز تیز چلتے ہوئے علی کو احساس ہوا کہ سارہ ساتھ نہیں ہے۔ تیزی سے پلٹ کر دیکھا تو ہجوم سے ہٹ کر وہ ساکت کھڑی تھی۔ اُن کو لگا کہ وہ پھر کسی کیفیت میں ہے۔ کعبہ سے اوپر اس کی نظر آسمان پر تھی اور آنکھوں سے اس کے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ ہجوم سے نکل کر اُس کے پاس پہنچا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر سرگوشی کرتے ہوئے بولا :

”چلو سارہ ! تم بیچ میں کیوں رُک گئیں ؟“

”نہیں، صرف اس کے گھر تک نہیں، مجھے اللہ سے ملنا ہے۔ کیسے ملوں ؟ کب ملے گا ؟ کہاں ملے گا وہ مجھے ؟“ وہ بغیر اُن کی طرف دیکھے بے خُودی میں بولی۔

انہوں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر چلنا شروع کر دیا، وہ اب خاموشی سے چلنے لگی۔

وہ یہاں شادی کے ایک ہفتہ بعد ہی سارہ کی پہلی فرمائش کو پورا کرنے آئے ہوئے تھے، مگر یہاں آکر علی کو سارہ کو دیکھ کر اکثر رشک آتا اور احساس ہوتا کہ کبھی کبھی کوئی آزمائش انسان کو اللہ کا وہ قرب عطا کر دیتی ہے، جو شاید سالہا سال کی عبادت سے ملتا ہو۔

وہ دادی کی بہت لاڈلی تھی۔ سارہ اور زین دونوں جڑواں تھے۔ امی کی شروع ہی سے توجہ زین کی طرف زیادہ تھی تو سارہ خود بخود دادی کی پرورش میں آگئی تھی۔ دادی نے اس کو بہت احتیاط سے دُنیا کی ہوا سے بچا کر پالا تھا۔ بچپن سے ہی اس کو کبھی کسی دوست کے گھر نہ جانے دِیا اور نہ ہی اِن کو اِس کا ٹیلی فون وغیرہ پر زیادہ باتیں کرنا پسند تھا۔ بقول امی وہ دُنیا کے حساب سے بے وقوف رہ گئی ہے اور اکثر اُن کو فکر ہوتی کہ آخر وہ دُنیا میں کیسے چلے گی تو ابّا اُن کو تسلی دے دیتے کہ کچھ نہیں ہوگا۔ وہ بڑی ہو کر سمجھ دار ہو جائے گی۔

”سارہ تمہاری ماں آج تم سے ناراض لگ رہی ہے۔ کیا ہوا بیٹا؟“ دادی نے اپنی بے انتہا خوب صورت پوتی کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”بس اُن کی دوست آئی ہوئی تھیں، میں تھوڑی دیر اُن کے بلانے پر جا کر بیٹھی تھی، مگر وہاں اُن کی آپس کی باتیں ہو رہی تھیں تو میں اُٹھ کر آگئی۔ پتا نہیں وہ کیوں ناراض ہو گئیں؟“ وہ معصومیت سے بولی۔

اندر آتے ہوئے امی اُن کی بات سن کر غصے سے بولیں : ”جاؤ میرے لیے چائے بنا کر لاؤ۔“ اور اس کے باہر نکلتے ہی دادی سے بولیں : ”مسز احمد کو میں نے آج بلایا تھا۔ اُن کا اتنا اچھا پڑھا لکھا سی اے لڑکا ہے۔ مجھے اس کے لیے پسند تھا اور یہ پانچ منٹ میں ہی اُٹھ کر چل دی اور بعد میں میں نے اس کو ڈانٹا تو بولی کہ امی کسی اور کی آپ دونوں باتیں کر رہی تھیں، مجھے سُن کر گناہ ملتا۔ سخت غصہ آرہا ہے مجھے اِس پر۔“

دادی مسکرانے لگیں اور بولیں : ”میری بیٹی بہت نیک اور بھولی بھالی ہے۔“

امی فوراً بولیں : ”امّاں ! اب بھولے بھالے کا زمانہ نہیں ہے۔ آپ اس کو آج کل کے حساب سے بننے دیں۔ یہ کب تک انسانوں کے اندر فرشتوں کو ڈھونڈتی رہے گی۔ اب ظاہر ہے کہ بات ہو گی تو کچھ نہ کچھ غیبت تو ہو ہی جائے گی۔“

”کچھ نہ کچھ“ اندر آتی ہوئی سارہ شرارت سے بولی اور پھر امی کو پیار کر کے بولی : ”سوری امی ! آئندہ ایسا نہیں کروں گی۔“

امی اب نرم پڑ گئیں اور پیار سے اس کو دیکھ کر بولیں : ”بیٹا ! تم دُنیا کو اپنے حساب سے نہیں چلا سکتیں۔ تمہیں دُنیا کے حساب کا بننا پڑے گا، ورنہ لوگ تمہیں پاگل کہنے لگیں گے۔“

وہ دادی کی گود میں سر رکھے لیٹی ہوئی تھی۔

”دادی آج پتا ہے ہمارے گروپ میں یہ ٹاپک چل پڑا کہ کون کس سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ ماشاءُاللہ دادی میرے گروپ کی سب لڑکیاں بہت اچھی ہیں۔ کوئی اپنے ابا سے کوئی امی سے اور کوئی بھائی بہن سے محبت کرتی ہیں۔“

”اور میری بیٹی۔۔۔ وہ کس سے سب سے زیادہ محبت کرتی ہے ؟“ دادی نے پیار سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

وہ ایک جذب سے بولی : ”اللہ سے۔۔۔ دادی میں اپنے اللہ سے سب سے زیادہ محبت کرتی ہوں۔۔۔ سب سے زیادہ۔۔۔“

دادی آہستہ سے بولی : ”بیٹا ! اچھی طرح سوچ لو، اپنے دعویٰ کی حقیقت جانچ لو، یہ بہت بڑا دعویٰ ہے۔“

”کیا مطلب دادی ؟“ وہ سیدھی بیٹھتی ہوئی اُن کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

”جو دعویٰ کرتا ہے، اس کا امتحان بھی ہوتا ہے، اس کو جانچا بھی جاتا ہے کہ وہ اپنے دعویٰ میں کتنا سچا ہے۔“

”دادی ! ایسا کیوں ؟ پھر کیا وہ لوگ مزے میں ہیں جن کو اللہ سے محبت نہیں، کہ پھر اُن کا امتحان بھی نہیں۔۔۔ ہیں دادی ؟“

”نہیں، نہیں سارہ ! وہ تو بد نصیب ہیں، محروم ہیں جنہوں نے اپنے رب سے محبت کا مزہ ہی نہیں چکھا، اُن کی زندگی تو بے کار ہی گئی، وہ تو مٹی کے کھلونوں سے کھیلنے والے بچوں کی طرح ہیں، جنہیں اصل نقل کا علم ہی نہیں، جس کو یہ محبت مل گئی، سمجھو اُس کو دو جہاں کی نعمت مل گئی۔ بس اب اُس کو اس نعمت کا اہل بنایا جائے گا۔ اس کو جانچا جائے گا کہ وہ اس نعمت کے قابل بھی ہے کہ نہیں۔“

”دادی ! یہ امتحان کیسے ہوتا ہے ؟“

”میں اپنے اللہ سے محبت کرتی ہوں تو میں اپنے اللہ کے حکموں کو پورا کرنے کے لیے اپنی خواہشات کی، اپنے دِل کے ٹوٹنے کی پروا نہیں کروں گی، میں اپنے اللہ کی طرف سے آئی ہوئی آزمائشوں میں ثابت قدم رہوں گی، اپنے اللہ سے شکوہ شکایت نہیں کروں گی، تب ہی میں اپنے محبت کے دعویٰ میں پوری مانی جاؤں گی۔“ دادی نے آہستہ آہستہ اسے سمجھایا۔

”اور دادی ! اس نعمت کی حفاظت کیسے ہوتی ہے ؟“ اس نے پھر پوچھا۔

”جیسے اپنی قیمتی چیزوں کی حفاظت کرتی ہو۔ بار بار دیکھتی ہو کہ کہیں اِدھر اُدھر تو نہیں ہو گئیں، کبھی غفلت نہیں کرتی ہو، تو ایسے ہی بس اللہ کی محبت کو دیکھنے کے لیے بار بار اپنے دِل کا جائزہ لیا کرو کہ کہیں دِل میں اُس کی جگہ کوئی دُنیا کی محبت تو نہیں لے رہی ؟ کہیں اس میں کمی تو نہیں ہو رہی ؟ میری بیٹی ! اس فکر میں ہم اپنی پوری زندگی بھی لگا دیں، مگر مرتے وقت یہ ہمارے ساتھ چلی جائے تو سمجھ لو کہ فائدے کا سودا ہو گیا۔۔۔“ پھر دادی اُس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے بولیں : ”میری بیٹی ! اس نعمت کی حفاظت اس نعمت دینے والے سے ہی مانگو کہ ہم کہیں محروم لوگوں میں سے نہ ہو جائیں۔“

”امّاں ! سارہ کے لیے کچھ رشتے آئے ہوئے ہیں، وہ بیس سال کی ہو گئی ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ اب کچھ فیصلہ ہو جائے۔“ اُن کے بہو اور بیٹے اُن کے کمرے میں آکر بیٹھتے ہوئے بولے تو وہ سمجھ گئیں کہ بیٹے کی اس تمہید کا مطلب یہ ہے کہ ”فیصلہ ہو چکا ہے“ اور اب صرف بتانا رہ گیا ہے۔

”ہاں ہاں ! بالکل صحیح ہے۔ یہی عمر ہوتی ہے اس فیصلے کی۔“ انہوں نے خوشی سے کہا۔

پھر اُن کا بیٹا دوبارہ بولا : ”رشتے تو بہت ہیں، مگر ہم نے عدیل کے لیے فیصلہ کیا ہے۔“ اس نے تازہ ترین آنے والے رشتے کے بارے میں جب کہا تو امّاں کو یقین نہیں آیا۔

”کیا کہہ رہے ہو ؟ احسن ! یہ کوئی ہمارے زیادہ جاننے والے نہیں ! تم اتنا بڑا فیصلہ کیسے ایک انجان لڑکے کے لیے کر سکتے ہو اور بیٹا تمہاری بہن نے بھی تو اپنے بیٹے کے لیے کہا ہوا ہے۔ علی اپنا ہی بچہ ہے، دیکھا بھالا !“ انہوں نے پُر امید نظروں سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا۔

اُن کی بہو جو ابھی تک خاموش تھیں، فوراً بولیں : ”امّاں ! آپ کو تو بے جا خدشات ہوتے رہتے ہیں۔ عدیل کا رشتہ سارہ کے لیے بہت مناسب ہے۔ اتنا خوب صورت امیر لڑکا ہماری بیٹی کو مل رہا ہے۔ بجائے خوش ہونے کے، آپ پتا نہیں کیا کہہ رہی ہیں ! آپ دیکھیے گا کہ کیسے آپ کی سارہ کو راج کرائے گا۔ لندن امریکا تو وہ ایسے جاتا ہے، جیسے کوئی لاہور جاتا ہو۔“

دادی کو نظر آرہا تھا کہ بہو کی آنکھوں پر اس رشتے کے اسٹیٹس کی ایسی پٹی بندھی ہے جو شاید اُن کا بیٹا نہیں کھول سکتا تو اُن کی کیا مجال ! ! ! پھر بھی انہوں نے آخری کوشش کرتے ہوئے کہا : ”کیا اُن لوگوں کو علم ہے کہ سارہ شرعی پردہ کرتی ہے، کم از کم اس معاملے میں تم لوگ اچھی طرح اطمینان کر لو کہ اُن کو اس پر اعتراض نہ ہو۔“

”ہاں ہاں ! ٹھیک ہے۔ بعد میں سب لڑکیاں اپنے حساب سے شوہروں کو سیٹ کر لیتی ہیں۔ ابھی سے اس کا اتنا مسئلہ بنانے کی ضرورت نہیں۔ یہ تو سارہ کی خوش قسمتی ہے کہ اتنی اونچی فیملی اس میں دل چسپی لے رہی ہے۔“ اُن کی بہو لاپرواہی سے بولیں۔

”بیٹا ! پھر بھی۔۔۔“

”امّاں ! پلیز ! ہم نے عدیل کے لیے فیصلہ کر لیا۔ ہم آپ کو یہی بتانے کے لیے آئے تھے۔“

”جیسے تم دونوں کی مرضی ! اللہ میری بچی کو خوش رکھے !“ امّاں تھکے تھکے انداز سے بولیں۔

(جاری ہے۔۔۔)

06

Zaiby

26

خرچہ

ثانیہ ساجد عیسانی

آئینے کے سامنے گنگناتے ہوئے بال بناتا عمران آج بہت جلدی میں تھا۔اسے ڈر تھاکہ کہیں وہ دفتر کے لیے لیٹ نہ ہو جائے۔ویسے بھی ایک ہفتے کی چھٹیوں کے بعد وہ آج پھر سے دفتر جارہا تھااور آج اس کاشادی کے بعد پہلادن تھا۔عام طورپر وہ آئینے کے سامنے گنگناتا نہیں تھا،لیکن یہ خوب صورت نقش و نگار والافرنیچر،اس پر چکاچوند کرتی روشنیاں،دیواروں پر لگانیاوال پیپر،فرش پر لگاچمکیلا سنگِ مر مراور پھر آئینے میں نظر آتی دور پلنگ کے کونے میں بیٹھی،سجی سنوری بیوی کو دیکھ کر لبوں پے دھن آہی جاتی ہے۔

”اچھاارم !اب میں چلتاہوں“ یہ کہہ کر عمران جانے لگا۔

”جلدی آیئے گا...“ارم نے کہا۔

عمران ابھی دروازے تک پہنچاہی تھاکہ پھر پلٹ کر واپس آیا،سائیڈ ٹیبل کا دراز کھولا،اس میں کچھ پیسے رکھے اور کہا: ”ارم !میں نے یہاں کچھ پیسے رکھے ہیں،میری غیر موجودگی میں تمہیں اگر کسی چیز کی ضرورت پڑے تو انھیں استعمال کر لینا۔“

”اس کی ضرورت نہیں ہے،سب کچھ توہے۔“ارم نے کہا۔

”ضرورت پڑ بھی سکتی ہے۔“اتنا کہہ کر عمران باہر چلا گیا۔

”عمران میراکتنا خیال رکھتے ہیں۔“ارم سوچنے لگی۔

عمران واقعی ایک بہت ذمہ دار اور خیال کرنے والا شوہر تھا۔ارم کے منہ سے نکلی ہر چیز فوراًحاضر کر دیتا تھا۔اسے کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دیتا تھا،لیکن پھر بھی وہ وقتاً فوقتاًارم کے لیے دراز میں پیسے ڈالتا رہتا تھا،تاکہ اگر کبھی اسے کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ لے سکے۔

ایک دن جب اس نے پیسے ڈالنے کے لیے دراز کھولا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیاکہ آج تک ان پیسوں میں سے ایک روپیہ بھی خرچ نہیں ہوا۔اس نے حیرت کے مارے ارم کو بلایااور دریافت کیا: ”تم نے آج تک ایک روپیہ بھی خرچ نہیں کیا!“

”ضرورت ہی نہیں پڑتی ۔آپ سب کچھ لا کر دے تو دیتے ہیں۔کہاں خرچ کروں۔“ارم نے معصومیت سے جواب دیا ۔

”ویسے عورتوں کو بتانے کی ضرورت تو نہیں ہوتی کہ وہ پیسے کہاں خرچ کریں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا”لیکن پھر بھی اگر تمہیں واقعی میں پیسوں کی ضرورت نہیں ہوتی تو میں یہ اپنے کسی کام میں استعمال کر لیتا ہوں۔“

”ہاں ضرور... میری تمام تر ضروریات توآپ ہی پوری کرتے ہیں۔مجھے جو چاہیے ہوتا ہے وہ آپ دِلا دیتے ہیں۔پھر مجھے کیا ضرورت ان پیسوں کی؟“

ارم کی باتیں سن کر عمران کے دل میں لڈّو پھوٹنے لگے۔اسے ایسا لگا جیسے اس نے خود کو بہترین شوہر ثابت کر دکھایا ہے۔وہ ان شوہروں کی فہرست میں آچکا تھا جو اپنی بیویوں

کو بالکل تکلیف نہیں دیتے اور ان کی ضروریات کو اپنے خرچے میں سے پورا کرتے ہیں۔ عمران نے کچھ پیسے اٹھائے پرس میں ڈالے اور چلا گیا۔

کچھ دِنوں بعد ارم کی طبیعت خراب ہوئی ' چلتے چلتے چکرا جاتی 'بیٹھے بیٹھے سو جاتی تو ساسوماں کو تشویش ہوئی 'جھٹ برقعہ پہنا اور ارم کو لے کر چلی ڈاکٹرنی کے پاس۔ ہسپتال کے باہر ساسوماں اور رکشے والے کے درمیان کرائے پر بحث ہونے لگی'بحث کے اختتام پر ساسوماں نے کہا:

"اچھا چاچا! نہ تمہارے 100 اور نہ میرے 70 'ایسا کرو 80 روپے لے لو۔"

یہ کہہ کر انھوں نے 50 روپے رکشے والے چاچا کو دیئے اور پھر ارم سے مخاطب ہوئی: "ارم بیٹا! میرے پاس کھلّے پیسے نہیں ہیں'تم ذرا 30 روپے تو دے دو۔" یہ سن کر ارم کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ 30 روپے تو دور کی بات وہ تو ایک روپیہ بھی نہیں لائی تھی۔

"جی 'وہ 'میں تو پیسے نہیں لائی ہوں۔" ارم نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

یہ سن کر ساسوماں نے کچھ دیر تو ارم کو گھورا' پھر رکشے والے چاچا کو 100 کا نوٹ دے کر چلتا کیا۔ اس کے بعد ارم کو ہلکی آواز میں ایسی قوالی سنائی کہ اس کی خراب طبیعت بِنا ڈاکٹر کے دکھائے ہی ٹھیک ہو گئی۔

"تمہیں کیا لگا تھا کہ یہ رکشا عمران کا ہے یا وہ عمران کا ڈرائیور ہے جو ہم سے پیسے نہیں لے گا۔ ارے بی بی! جب گھر سے باہر نکلتے ہیں نا'تب پرس میں کچھ پیسے ڈال لیتے ہیں۔ مصیبت تمہارے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا کر تم سے اجازت لے کر نہیں آئے گی۔ اور کسی پر نہیں تو کم سے کم اپنی حالت پر ہی رحم کھاؤ..."

اور نہ جانے وہ کیا کچھ کہتیں اگر نرس انھیں بلانے نہ آتی 'لیکن ارم نے دل ہی دل میں یہ طے کر لیا تھا کہ وہ آئندہ ایسی غلطی نہیں کرے گی۔

گھر میں آنے والی خوش خبری نے ماحول کو بہت خوش نما بنا دیا تھا۔ گھر کے تمام افراد خوشی کی لہر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ارم تو اکیلے اکیلے مسکراتی رہتی تھی۔

عمران کہتا تھا کہ وہ خوشی کے مارے پاگل ہو گیا ہے 'اب تو وہ اس کا اور بھی زیادہ خیال رکھنے لگا تھا۔ جوس اور ناریل کا پانی پی پی کر تو وہ تھک جاتی تھی۔

اگلے مہینے جب ڈاکٹر کو دکھانے کا ٹائم آیا اور اس نے پیسوں کے لیے دراز کھولا تو وہ بالکل خالی پڑا تھا۔

"عمران! اب آپ یہاں پیسے کیوں نہیں رکھتے؟" ارم نے کہا۔

"تم ہی تو کہتی تھی کہ تمہیں ضرورت نہیں پڑتی۔"

"ہاں! مگر تب کی بات اور تھی۔" ارم نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟؟" عمران سمجھ نہیں پایا۔

"اس وقت میں اکیلی تھی۔ اب میرے ساتھ ایک اور جان بھی ہے۔ کل مجھے ڈاکٹر کے پاس جانا ہے اور وہاں مجھے بہت دیر تک اپنی باری کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ مجھے متلی ہونے لگتی ہے 'کچھ کھانا ہوتا ہے' پیسوں کی ضرورت پڑتی ہے۔" ارم نے تفصیل بیان کی۔

"ہزاروں چیزیں گھر میں پڑی ہیں' پھر بھی تمہیں باہر سے خریدنا ضروری ہیں۔ ان میں سے 2، 3 جوس بیگ میں ڈال کر لے جاؤ۔" عمران نے سنجیدگی سے ارم کو جواب دیا۔

"ہاں مگر..."

"مگر وگر کیا ارم! میں تمہارے لیے کیا نہیں لاتا ہوں' جو تم مجھ سے پیسے مانگ رہی ہو۔" عمران غصے ہو گیا۔

عمران کی ناراضی ارم سے برداشت نہ ہوئی' وہ فوراً روہانسی ہو گئی۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا عمران..."

"میں جانتا ہوں' تمہارا کیا مطلب تھا۔ تم یہ جاننا چاہتی ہو نہ کہ میں نے وہ پیسے کہاں خرچ کیے ہیں؟"

"نہیں نہیں! ایسی بات نہیں ہے عمران..."

"ان پیسوں سے میں نے تمہارے لیے کپڑے سلنے دیئے ہیں اور جو بچ گئے ہیں اس سے تمہارے لیے سینڈل خریدنی ہے' کیوں کہ اب تمہیں کوئی کپڑا اور جوتا پورا نہیں ہوتا۔" اتنا کہہ کر عمران غصے میں کمرے سے باہر چلا گیا اور ارم کفِ افسوس ملتی رہ گئی۔

"یا اللہ! یہ مجھ سے کیا ہو گیا۔ میں کیا کہنا چاہ رہی تھی اور عمران میری بات کا کیا مطلب سمجھ بیٹھے۔ میری توبہ جو میں آئندہ ان سے کبھی پیسوں کے بارے میں بات کروں۔"

ساری رات وہ یہ سوچ سوچ کر جاگتی رہی کہ اگر کل امی نے رکشے والے کے لیے پیسے مانگ لیے تو وہ کیا کہے گی۔ اگلے دن جب وہ ڈاکٹر کے پاس جا رہی تھی تو پورے راستے وہ یہ دعا مانگتی رہی کہ امی کو پیسوں کی ضرورت نہ پڑے۔ اس کی یہ دعا اللہ نے قبول کی اور ایسی قبول کی کہ اس دن تو کیا اپنے پہلے بیٹے کی پیدائش تک رکشے والے کو کھلّے پیسے دینے کی ضرورت نہ پڑی۔

عمران نے بڑے پیار سے اپنے بیٹے کا نام ابراہیم رکھا۔ وہ نہ صرف ایک ذمہ دار شوہر تھا' بل کہ ایک ذمہ دار باپ بھی تھا۔ اپنے بیٹے کی بھی ضرورت کی تمام اشیا ختم ہونے سے پہلے ہی حاضر کر دیتا۔

"عمران! آج رات کو آتے ہوئے ڈائپرز لیتے آنا' ایک بھی نہیں ہے۔" ارم نے یاد دلایا۔

ہاں ٹھیک ہے! لے آؤں گا۔" عمران نے جواب دیا۔

عمران کے جانے کے بعد وہ کچن کے کاموں میں مصروف ہو گئی' آج اس کی نند ذکیہ آئی ہوئی تھی۔ اس کے ہاں ابھی حال ہی میں تیسری بیٹی پیدا ہوئی تھی۔ اس سے پہلے ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھے جو 11 '10 سال کے تھے۔

"بھابھی! آج آپ ابراہیم کو کیا پہنائیں گی؟" ذکیہ نے کچن میں آ کر سوال کیا۔

"کیوں؟ آج کوئی خاص بات ہے کیا؟" ارم نے ہانڈی میں چمچ ہلاتے ہوئے کہا۔

"آپ بھول گئیں؟ آج دوپہر کو نائمہ آنٹی کے ہاں دعوت ہے۔" ذکیہ نے یاد دلایا۔

"اچھا... آج ہے دعوت" یہ سوچ کر ارم کو ایک جھٹکا لگا "لیکن ابراہیم کے ڈائپرز تو ختم ہو گئے ہیں' میں اسے کیا پہناؤں گی؟" وہ بے حد پریشان ہو گئی۔

"اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے۔ میرا بیٹا چیز لینے کے لیے باہر جائے گا' آپ اس سے ڈائپرز منگوا لیں۔" ذکیہ نے حل بتایا

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔" یہ کہہ کر ارم اپنے کمرے کی طرف دوڑی۔ سائیڈ ٹیبل کا دراز کھولا تو وہ آج بھی خالی تھا۔

ایک منٹ کے لیے اس نے سوچا کہ وہ ذکیہ سے ایک عدد ڈائپر لے لے' لیکن اس کی غیرت نے یہ گوارا نہیں کیا۔ وہ کیا سوچے گی کہ عمران کیسے شوہر ہیں' جو اپنی بیوی کو ایک روپیہ تک نہیں دے جاتے' اسے کیا پتا کہ وہ میری ہر ضرورت میرے کہنے سے پہلے ہی پوری کر دیتے ہیں۔

"اماں! وہ میں نائمہ آنٹی کے ہاں دعوت پر نہیں چل سکتی؟" اس نے باہر آ کر اعلان کیا۔

"کیوں بھلا؟" ساسوماں نے پوچھا۔

"بس! میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" ارم نے بہانہ بنایا۔

"کیا ہوا ہے طبیعت کو؟" ساسوماں نے اسے غور سے دیکھا "اچھی بھلی تو ہو۔"

"وہ' بس مجھے نہیں جانا۔" یہ کہہ کر وہ کچن کی طرف لپک گئی۔

رات کو جب عمران گھر آیا تو اس کے ہاتھ میں ڈائپرز کا بڑا پیکٹ تھا۔ وہ اپنے بچوں کی چیزیں وقت پر لانا نہیں بھولتا تھا۔ ابراہیم کو سُلا کر 'ارم نے ہمت کر کے پھر بات چھیڑی۔

"عمران! وہ میں سوچ رہی تھی کہ آپ میرا خرچہ باندھ دیں۔"

"دماغ تو ٹھیک ہے نا تمہارا" عمران نے روکھا سا جواب دیا "کس چیز کا خرچہ باندھوں؟ کیا خریدنے جانا ہوتا ہے تمہیں باہر سے؟ سب کچھ تو لا دیتا ہوں۔"

"ہاں! یہ بات صحیح ہے کہ آپ سب کچھ لا دیتے ہیں' لیکن آج دوپہر میں نائمہ آنٹی کے ہاں دعوت تھی اور میں نہیں جا سکی کیوں کہ ..." ارم نے ساری بات کہہ ڈالی۔

"اچھا نا چلو! اب تو میں لے آیا ہوں نا ڈائپرز۔" عمران نے تسلی دی۔

"اور اگر ایسا پھر ہوا تو..."

"نہیں ہو گا۔ تم دیکھ لینا۔ اب سو جاؤ۔" یہ کہہ کر عمران لائٹ بند کرنے کے؛ لیے کھڑا ہوا۔

"میں اس معاملے میں بہت سنجیدہ ہوں" ارم نے اپنی بات پر زور دیا "میں بھی انسان ہوں۔ میری بھی کچھ ذاتی ضروریات ہیں' جن کے لیے مجھے بار بار آپ کو کہنا اچھا نہیں لگتا۔"

"کیوں اچھا نہیں لگتا۔ شوہر ہوں میں تمہارا' اگر میں تمہاری ضروریات کو پورا نہیں کروں گا تو کون کرے گا۔" عمران چڑ سا گیا۔

"میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے سر پر ذمہ داریوں کا کم بوجھ نہیں ہے' 100 کاموں کی فہرست ہاتھ میں لے کر نکلتے ہیں اور سارے ہی کام ضروری ہوتے ہیں۔ ایسے میں' میں بھی اپنی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لیے آپ کا سر کھاؤں' مجھے اچھا نہیں لگتا۔" ارم نے وضاحت کی۔

"تم جو کہتی ہو' وہ فوراً تو لا دیتا ہوں تمہیں۔" عمران کو غصہ آ گیا۔

"اچھا! اور جو یہ 3 ٹوٹے ہوئے میرے چشمے 6 ماہ سے دراز میں پڑے انڈے دے رہے ہیں' وہ کب ٹھیک ہوں گے۔" ارم کا بھی لہجہ سخت ہو گیا۔

"اگلے مہینے بنوا دوں گا' اس مہینے خرچہ کچھ زیادہ ہو گیا ہے۔" یہ کہہ کر وہ بستر پر لیٹ گیا۔

"ابراہیم شرارتی ہے' وہ اچانک سے میرے چشموں پر حملہ کر دیتا ہے اور وہ ٹوٹ جاتے ہیں' اگر یہ والا چشمہ بھی ٹوٹ گیا تو میرے پاس دوسرا چشمہ پہننے کے لیے نہیں ہے۔" ارم نے اپنی رَٹ جاری رکھی' پر عمران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ارم جانتی تھی کہ عمران کی آنکھیں بند ہیں' لیکن وہ جاگ رہا ہے۔ "آپ میرا خرچہ باندھ دیں گے تو ذمہ داریوں کا بوجھ ہلکا ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے اپنے خرچے میں سے بھی بچت ہو گی۔ میری آئے دن کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کی وجہ سے آپ کچھ بچا نہیں پاتے۔"

"وہ میرا مسئلہ ہے۔ تم اپنے کام سے کام رکھو۔" یہ کہہ کر عمران کروٹ بدل کر سو گیا۔

اسی طرح وقت گزرتا گیا۔ ابراہیم 3 سال کا ہو گیا۔ اللہ نے عمران کو ایک معصوم سی بیٹی سے بھی نوازا' لیکن سائیڈ ٹیبل کا دراز خالی ہی رہا۔ ایک دن ارم اپنی امی کے ہاں اپنے دونوں بچوں کو لے کر گئی ہوئی تھی۔

"ارم بیٹا! آج مارکیٹ میں سیل لگی ہوئی ہے۔ چلو ذرا دیکھ کر آتے ہیں' کپڑے اور قیمت سمجھ میں آ گئے تو خریداری بھی کر لیں گے۔" اس کی امی نے کہا۔

"خریداری..." یہ سن کر اسے ایک دھچکا سا لگا "نہیں امی! مجھے کچھ نہیں چاہیے' عمران سب کچھ لا دیتے ہیں۔"

"تمہیں نہیں چاہیے' لیکن مجھے تو چاہیے ہے نا!" امی نے زور دیا "میرے ساتھ چلی چلو بس' میرا ساتھ ہو جائے گا۔"

مارکیٹ میں ارم کو کچھ جوڑے بہت پسند آئے۔ اس کا دل کیا کہ وہ اپنی امی سے کہے کہ وہ اسے یہ جوڑے دِلا دیں' لیکن وہ رک گئی۔

"عمران مجھے اچھے سے اچھے جوڑے دلا دیتے ہیں' اگر میں نے امی کے پیسوں سے یہ کپڑے خرید لیے تو انھیں برا لگے گا۔" وہ دل ہی دل میں سوچنے لگی۔

"بیٹا! کیا ہوا؟ پسند ہے تمہیں یہ جوڑا۔" امی نے سوال کیا۔

"جی!!!" وہ بوکھلا گئی۔

"تو پھر دیر کیسی' خرید لو اسے۔" امی کی آواز اس کے کانوں میں گونجنے لگی' اس کے پرس میں تو ایک روپیہ بھی نہیں تھا۔

"نہیں' مجھے نہیں چاہیے۔" یہ کہہ کر ارم وہاں سے آگے چلی گئی۔

آگے کھلونے والے کی دکان پر ابراہیم نے اودھم مچا دیا۔

"مجھے ریموٹ والی گاڑی چاہیے..." وہ چیخ رہا تھا۔

"بھائی! یہ کتنے کی ہے؟" پیچھے سے امی کی آواز آئی۔

"700 روپے کی۔" دکان دار نے کہا۔

"یہ لو بیٹا ابراہیم! آپ کی گاڑی۔" امی نے گاڑی خرید کر ابراہیم کو دی' وہ خوشی کے مارے اچھلنے لگا۔

ارم کا شرم کے مارے سر جھکا جا رہا تھا' امی کے ہاتھ میں اس کی پسند کے کپڑوں کی تھیلی بھی تھی۔ امی نے ارم سے نہ کوئی سوال پوچھا اور نہ ہی کچھ کہا تھا' لیکن پھر بھی آج شرم سے اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔

ہر عورت کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ میکے میں اپنے شوہر کے ساتھ سر اٹھا کر کھڑی ہو۔ شادی کے بعد اسے اپنے میکے والوں سے کسی چیز کی بھی ضرورت نہ پڑے۔ وہ انھیں یہ بتانا چاہتی ہے کہ کسی پر بوجھ نہیں بل کہ وہ اپنے شوہر کی بہترین ذمہ داری ہے۔ وہ سارا بھرم جو ارم نے اتنے سالوں میں قائم کیا تھا' آج ایک جھٹکے میں ٹوٹ گیا۔

گھر پر عمران نے اپنے بیٹے کو نئی گاڑی سے کھیلتے ہوئے دیکھا تو وہ حیران رہ گیا۔

"امی نے دِلا دی ہے۔" ارم نے عمران کے پوچھنے سے پہلے ہی جواب دے دیا۔ "اور یہ جوڑا بھی امی کی طرف سے ہے۔" ارم نے سوٹ دکھاتے ہوئے کہا۔

"کس خوشی میں؟" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"بس! آج ہم یوں ہی مارکیٹ نکل گئے تھے اور میرے پاس ہمیشہ کی طرح پیسے نہیں تھے تو امی نے دِلا دیئے۔"

"اچھا..." عمران کا یہ مختصر سا جواب سن کر ارم کی جان میں جان آئی۔

"عمران! آپ پلیز میرا کچھ خرچہ باندھ دیں' میں کب تک یوں کنگال دوسروں کے پیسوں سے سامان خریدتی رہوں گی۔"

"کون دوسرے؟؟؟ تمہاری امی نے تمہیں کچھ جوڑے اور اپنے نواسے کو ایک گاڑی کیا دلا دی' تمہاری تو جان ہی نکل گئی۔ اتنا شوق ہے اگر اپنی امی کے پیسے بچانے کا تو مت جایا کرو وہاں۔" یہ کہہ کر عمران واش روم میں ہاتھ منہ دھونے لگا۔

"عمران! آپ کہاں کی بات کہاں لے جا رہے ہیں..." ابھی ارم کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ عمران نے زور سے واش روم کا دروازہ اس کے منہ پر بند کر دیا۔

اس غیر متوقع طرزِ عمل کے بعد ارم نے فیصلہ کیا کہ (بقیہ ص 23 پر)

سادے سے لباس میں بنا کسی میک اپ کے عائشہ نماز کی طرح دوپٹہ باندھے کمرے کے اندر داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی مسز صدیقی کی جیسے باچھیں کھل گئیں۔ بے اختیار اٹھ کر انہوں نے اسے گلے سے لگالیا۔

"ماشاء اللہ... ! ایسا نور میں نہایا ہوا حسن اور اتنی پاکیزگی... میرے بیٹے کا تو نصیب جگمگا گیا۔" عائشہ کو دیکھتے ہی مسز صدیقی کے دل میں یہ خیال ابھرا۔

چند رسمی بات چیت کے بعد عائشہ اندر چلی گئی اور ملازمہ ٹرالی لے آئی۔ مسز صدیقی نے جھٹ سے رشتہ دے ڈالا اور ان سے جواب مانگا۔

"ہمیں کچھ وقت تو دیجیے۔ ان کے والد اور تایا وغیرہ سے مشورہ کرنا ہوگا اور اس کے علاوہ آپ سے پہلے ایک اور جگہ سے بھی عائشہ کا رشتہ آیا ہوا ہے اور ان سے بھی بات چیت چل رہی ہے۔ باقی جوڑ تو آسمانوں پر ہی بنتے ہیں' اب جہاں نصیب..." مسز عبدالرزاق مسکرا کر بولیں۔

"ویسے آپ کے صاحبزادے کام کیا کرتے ہیں؟" کچھ وقفے کے بعد مسز عبدالرزاق نے مسز صدیقی کو چائے دیتے ہوئے ان سے پوچھا۔

"ماشاء اللہ! بینک میں اعلیٰ پوسٹ پر ہے نبیل۔ ان کے پاپا نے تو ریٹائرمنٹ لے لی تھی' لیکن سپروائزر نے دوبارہ بلالیا ان کی اچھی کارکردگی کی بنا پر۔"

مسز عبدالرزاق مسکراتی رہیں اور دل میں الفاظ ترتیب دینے لگیں جن سے مسز صدیقی کو جواب دینا تھا۔ چائے اور دیگر لوازمات سے فارغ ہو کر مسز عبدالرزاق نے ملازمہ سے برتن لے جانے کا کہا۔

"پھر میں کب جواب لوں؟" مسز صدیقی کھڑے ہوتے ہوئے بولیں۔

وہ جو دل میں الفاظ ترتیب دے رہی تھیں' دل ہی میں رہ گئے۔

"میں انشاء اللہ! جلد ہی مسز فصیح کو بتادوں گی۔" انہوں نے مصافحہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ مسز صدیقی چلی گئیں اور دوسرے ہی دن مسز فصیح آگئیں۔

"آپ لڑکا تو دیکھ لیں۔ جب یہ تصویر میں اتنا حسین ہے تو ڈائریکٹ دیکھنے میں کتنا حسین ہوگا اور پیسہ دیکھیں تو گھر کے ہر فرد کے پاس ذاتی گاڑی ہے۔ بہو کو الگ پورشن بھی بنوا کر دیں گے۔ دنیا سنور جائے گی عائشہ کی۔" مسز عبدالرزاق نے بینک کے کام کی وجہ سے انکار کرنا چاہا تو آمنہ بیگم اسے سمجھانے لگیں۔

"آپ سچ کہتی ہیں مسز فصیح کہ عائشہ کی دنیا سنور جائے گی' مگر ہم نے تو دنیا اور آخرت دونوں ہی کی فکر کرنی ہے۔ دنیا میں تو وقت گزاری کے لیے آئے ہیں۔ اصل تو آخرت ہے' جس کے بنانے اور سنوارنے کی حقیقت میں فکر کرنی ہے۔" مسز عبدالرزاق نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو بینک کے کام کو کیا ہو گیا اور کون سا اس بچے کا ذاتی بینک ہے۔ وہ تو اس میں نوکری کرتا ہے اور اپنی محنت کا کھاتا ہے۔" آمنہ بیگم جرح پر اتر آئیں۔

"یہی بات تو ہم سمجھتے نہیں۔ دین کی باتوں میں اپنے فلسفے اور اپنی ہی کہانیاں بنالیتے ہیں۔ بینک میں سراسر سود پر کام ہوتا ہے اور سود لینے اور دینے والے سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان جنگ ہے۔ وہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم' جو اتنے شفیق اور اتنے حلیم ہیں اپنی امت پر اور سب سے زیادہ اپنی امت سے محبت کرنے والے ہیں' مگر وہ بھی سود لینے اور دینے والے سے اعلان جنگ کر رہے ہیں۔ سودی لین دین بہت بڑا گناہ ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے' سود دینے اور بیچ میں پڑ کر سود دلانے والے' سودی دستاویز لکھنے والے' اس کے گواہ بننے والے وغیرہ سب پر لعنت فرمائی ہے۔" مسز عبدالرزاق سانس لینے کے لیے رکیں تو آمنہ بیگم بول پڑیں:

"اتنا سخت گناہ ہے سود کا... اور وہ جو ہم نے بینک اکاؤنٹ میں پیسہ لگایا ہوا ہے اور اس سے جو پرافٹ آتا ہے تو کیا وہ بھی گناہ ہے؟" آمنہ بیگم حیرانی سے بولیں۔

"جی ہاں! فکس پرافٹ ہی سود کہلاتا ہے جو کہ سخت گناہ ہے اور صرف گناہ ہی نہیں' بل کہ حرام مال میں شامل ہو جاتا ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو گوشت اور خون حرام مال سے بڑھا ہوگا' وہ بہشت بریں میں نہ جائے گا۔ دوزخ ہی اس کے لائق ہے۔"

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ لمبے لمبے سفر کرتا ہے (کیوں کہ مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے) اور بکھرے ہوئے بالوں والا (یعنی پریشان حال) ہے اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے کہ اے اللہ... ! اے اللہ... ! لیکن اس کا کھانا بھی حرام' پینا بھی حرام ہے اور لباس بھی حرام' اس کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے۔" مسز فصیح یہ سب سن کر بیٹھی رہ گئیں۔

"اور میں یہ بھی بتادوں کہ ہمارے علمائے کرام اور مفتیان عظام یہ بھی فرماتے ہیں کہ بینک کے سائے سے بھی بچنا چاہیے' یعنی تیز دھوپ میں بینک کی دیوار کا سایہ آرہا ہو تو اس سائے تک سے بھی فائدہ نہ اٹھانا چاہیے' چہ جائیکہ میں اپنی بیٹی کو خدا کے غضب میں دے دوں۔"

"اوہ... !" آمنہ بیگم کے منہ سے گہری سانس خارج ہوئی۔

"اچھا تو پھر میں انہیں اچھی طرح سمجھا کر منع کر دوں گی۔"

"جی بالکل... ! آپ انہیں اس طرح سمجھائیے گا کہ ان کی دل آزاری بھی نہ ہو اور وہ ہماری مجبوری کو بھی سمجھ جائیں۔"

"عائشہ آپی! آپ کل "نا محرم" کا کیا تذکرہ کر رہی تھیں' مجھے وہ سمجھ میں نہیں آیا تھا۔" نمل نے دوسرے دن سے ہی عائشہ سے ٹیوشن لینی شروع کر دی تھی۔ ریاضی سمجھتے ہوئے اس کے ذہن میں اچانک "نا محرم" کا لفظ آگیا۔

"نا محرم... !" عائشہ نے پین نوٹ بک پر رکھا اور بولی: "نا محرم کی سب سے آسان تشریح یہ ہے کہ جن سے نکاح نہیں ہو سکتا ہے وہ نا محرم ہیں اور جن سے ہو سکتا ہے' وہ محرم۔"

"تو پھر پردہ کس سے کرنا چاہیے! محرم سے یا نا محرم سے؟" نمل جو دین سے بالکل ہی ناواقف تھی' یک دم بول اٹھی۔

"گڑیا... ! پردہ اپنے شوہر کے علاوہ سب لوگوں سے ہوتا ہے۔

'کیا مطلب... کیا پاپا سے بھی پردہ ہے؟"

"ہاں پاپا سے بھی' بھائی سے بھی اور بیٹے سے بھی۔" عائشہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں' مجھے بالکل سمجھ نہیں آرہی ہیں۔" نمل الجھ سی گئی۔

"دیکھو گڑیا... ! لفظِ عورت اس کے معنی ہے "چھپانا" یا "چھپی ہوئی چیز" تو جب عورت پیدا ہو گئی تو بس اسے چھپا کر رکھنا ہے ناں... !"

"جی۔" نمل نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"دیکھو... نا محرم اور محرم سے پردے میں فرق ہے۔ محرم کون کون ہیں' یہ تمہیں معلوم ہے؟" عائشہ نے پوچھا۔

"نہیں... !" نمل نے نفی میں گردن ہلائی۔

"محرم ہوتے ہیں... والد' دادا' نانا' بھائی' ماموں' چچا۔ سسر' والدہ کے ماموں' والدہ کے چچا' والد کے ماموں اور والد کے چچا۔"

"جی اچھا... اور نا محرم... ؟"

"نا محرم خالو' پھپھا' بہنوئی' خالہ کے بیٹے' ماموں کے بیٹے' چچا کے بیٹے' پھپھی کے بیٹے' نندوئی' دیور' جیٹھ' شوہر کے ماموں' شوہر کے چچا' شوہر کے خالو' شوہر کے پھپھا۔ غرض کے سسرال کا ہر رشتہ سسر کے علاوہ نا محرم ہے اور باہر پھرنے والے تمام مرد اور اس کے علاوہ پڑوسی' استاد' نوکر وغیرہ ان سب سے بھی پردہ فرض ہے۔ ہم انہیں دیکھیں یا یہ ہمیں دیکھیں' دونوں صورتوں میں گناہ ہوگا۔" عائشہ نے نمل کو تفصیل سے بتایا۔

"اف آپی... ! آپ نے تو پوری لسٹ ہی بتادی۔ ایسا کریں کہ مجھے ایک پیپر پر یہ سب لکھ دیں۔" نمل مسکراتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے بابا! ابھی لکھ دیتی ہوں۔" عائشہ جواب دیتے ہوئے پیپر پر لکھنے لگی۔

لسٹ مکمل کر کے عائشہ نے نمل کو دے دی۔ نمل نے عائشہ سے پھر سوال کر دیا: "آپ محرم اور نا محرم سے پردے کا فرق بتا رہی تھیں' وہ تو بتادیں... !"

"اوہ ہاں... ! دیکھو گڑیا! نا محرم سے ہمارے تمام جسم کا سر سے لے کر پاؤں تک پردہ ہے۔ یہاں تک کہ ہماری آواز کا بھی۔"

"آواز کا پردہ... مگر کیسے؟" نمل حیرانی سے عائشہ کو دیکھنے لگی۔

"وہ ایسے کہ پوری کوشش کرنی ہے کہ کوئی بھی نا محرم مرد ہماری آواز نہ سنے۔ عورت کی آواز میں اللہ تعالیٰ نے نرمی رکھی ہے جس کی وجہ سے عورت کی آواز پر کشش ہوتی ہے۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے کسی نا محرم مرد سے بات کرنی بھی پڑ جائے تو ایسے سخت لہجے میں کی جائے کہ مرد کا رجحان عورت کی طرف نہ ہو... اب سمجھیں؟" عائشہ نے شرارت سے نمل کی ناک کھینچتے ہوئے پوچھا۔

"اور محرم سے پردہ اس طرح ہے کہ صرف چہرہ' ہاتھ وہ بھی گٹوں تک اور پاؤں ٹخنوں تک کھلے ہوئے ہوں۔ باقی بال' بازو وغیرہ کا محرم سے بھی پردہ ہے۔"

"تو آپی! کیا گھر میں بھی عبایا پہن کر رہیں پھر؟" نمل نے اور حیرانی سے کہا۔

"مجھے دیکھو گڑیا کہ کیا میں نے عبایا پہنا ہوا ہے؟" عائشہ نے نمل کی توجہ اپنی طرف مبذول کرواتے ہوئے پوچھا۔

نمل نے عائشہ کو سر سے لے کر پاؤں تک دیکھا کہ فل سلیوز کی لمبی قمیص اور نماز کی طرح بندھا دوپٹا۔ ڈھیلی شلوار ٹخنوں سے ذرا نیچے۔ یکدم نمل کی نظر اپنے کپڑوں پر پڑی کہ فل فٹنگ کی ہاف سلیوز قمیص اور ٹخنوں سے کافی اوپر ٹائٹس اور گلے میں پڑا ہوا چھوٹا سا دوپٹا۔ اسے شرمندگی نے گھیر لیا۔ بلا ارادہ ہی وہ اپنی ٹائٹس کو ٹخنوں تک کھینچنے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

"عائشہ آپی... آپ اپنے کپڑے کس شاپ سے خریدتی ہیں؟ آپ کے کپڑے کے پرنٹ بھی یونیک ہوتے ہیں اور ایمبرائیڈری بھی اور ڈیزائننگ بھی۔" نمل نے عائشہ کے جیسے پہنے ہوئے کپڑے شاپس میں یا ڈمی پر لگے ہوئے نہیں دیکھے تھے۔

(جاری ہے۔)

میری سعادتمند بیٹی۔ ہزار ہا دعائیں

بیٹی! آپ نے اکثر پڑھا ہو گا کہ ''شادی ہو گئی اور میاں بیوی ہنسی خوشی رہنے لگے'' یہ بات قصہ کہانیوں تک تو ٹھیک ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ شادی کے بعد اصل مسائل سامنے آتے ہیں اور زندگی کے تلخ حقائق سے واسطہ پڑتا ہے۔ سچ پوچھیں تو عملی زندگی شادی کے بعد ہی شروع ہوتی ہے۔ جس میں خوشیوں کے پھول بھی کھلتے ہیں اور مسائل اور مشکلات کے کانٹے بھی چبھتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کامیاب ازدواجی زندگی کسے کہتے ہیں اور اس کو کیسے کامیاب بنایا جا سکتا ہے۔ دانشوروں کا قول ہے کہ ''کامیاب ازدواجی زندگی وہ ہوتی ہے جس میں شوہر اور بیوی زندگی کی ذمہ داریوں کو مل جُل کر خوش اسلوبی سے نبھائیں اور ایک دوسرے کے لیے راحت و سکون کا باعث ہوں''۔ کامیاب ازدواجی زندگی کے لیے نصف صدی سے زیادہ عرصہ کے تجربات کی روشنی میں چند مفید باتیں آپ کو بتا رہا ہوں ان کو حرزِ جاں بنائیں۔

یاد رہے بیٹیوں کی شادیاں کامیاب ہوتی نہیں ہیں، بل کہ کامیاب بنائی جاتی ہیں۔ جس کے لیے ان امور کا خیال رکھ کر تمام عمر خلوص نیت سے کوشش کرنی ہوتی ہے۔

1...اپنی ذات کی نفی کر کے دوسرے کا خیال رکھیں۔
2...ایک دوسرے کی خوشیوں اور جذبات کا احترام کریں۔
3...ایک دوسرے کی توقعات پر پورا اُترنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔
4...معاف کرنے کی عادت کو اپنائیں۔
5...گھر کے ماحول کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے خوشگوار تبدیلیاں لائیں اور تمام عمر ایک دوسرے کو اس کی اہمیت کا احساس دلائیں۔
6...تمام مسائل و مشکلات کے باوجود گھر کی فضا خوشگوار، دلچسپ اور پُر سکون رکھیں۔
7...اپنی زبان اور غصّے کو قابو میں رکھیں۔
8...ایک دوسرے کی خامیوں کے بجائے خوبیوں پر نظر رکھیں اور گھر کی بات ہرگز باہر نہ بتائیں۔

غرض اسی طرح کے اقدامات شادی کو کامیاب بنانے کے لیے اُٹھائے جانے کی ضرورت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے میں زیادہ کردار بیوی کو ادا کرنا ہوتا ہے، لیکن پھر بھی شوہر کو اس سلسلے میں قطعی بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا، کیوں کہ گھر کے سربراہ کی حیثیت سے اس کے خیالات، اس کا رویّہ اور برتاؤ، باہمی تعلقات اور گھر کے ماحول کو اچھا یا بُرا بنانے میں نہایت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ تاہم تلخ حقائق یہی ہیں کہ گھر بنانے یا بگاڑنے کی ذمہ داری بیوی پر عائد کی جاتی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ بیوی گھر اور خاندان میں ایک مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ اسے خاتون خانہ ہونے کے ناتے بہت سی ذمہ داریاں نبھانا ہوتی ہیں۔ خاندان کو جوڑ کر اتفاق سے رکھنا، بچوں کی پرورش اور تربیت کرنا، گھر کا نظم و نسق سنبھالنا، شوہر کی ضروریات کا خیال رکھنا، رشتہ داریاں نبھانا اور ان ذمہ داریوں سے منسلک تمام مشکلات اور مسائل کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ ان ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کے لیے اسے قدم قدم پر صبر و تحمل، برداشت، درگزر اور قربانی کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کی نسبت عورت میں رحم دلی، برداشت، صبر و تحمل، محبت اور ایثار کا جذبہ زیادہ رکھا ہے، تاکہ وہ بحیثیت ماں، بیٹی، بیوی اور بہن اپنے فرائض بہ طریقہ احسن ادا کر سکے۔

عورت کے اسی کردار کی بنا پر معاشرہ ازدواجی زندگی کی کامیابی یا ناکامی کا ذمہ دار زیادہ تر بیوی کو ہی ٹھہراتا ہے۔ بیٹی یاد رکھنا کہ ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے کے لیے کوئی ایک فارمولا تیار کر کے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص کے مزاج، عادات، خیالات اور ضروریات ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انواع و اقسام کے لوگ تخلیق کیے ہیں۔ جن کے تصورات، نظریات، خیالات، احساسات، ضروریات اور توقعات میں مماثلت نہیں ہوتی۔ سب سے پہلے تو یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ شوہر کس قسم کی شخصیت کا مالک ہے اور وہ کیا چاہتا ہے؟ یعنی اس کے ساتھ کامیاب زندگی گزارنے کے لیے کیا کچھ کرنا پڑے گا۔ یہ ایک بہت اہم اور مشکل تجربہ ہے۔ اگر ہماری تقریباً پچاس فیصد سے زائد لڑکیاں شادی کے بعد اپنے شوہر کے خیالات، احساس اور ضروریات کو سمجھنے میں ہی غلطی کر جاتی ہیں۔ تو بھلا شادیاں کامیاب کیسے ہوں؟ کچھ لڑکیاں تو یہ کہتی ہیں کہ ہم شوہر کا مزاج سمجھ کر اس کے مطابق کیوں عمل کریں؟ وہ کیوں نہ ہمارے مزاج کو سمجھے اور اس کے مطابق ہم سے برتاؤ کرے؟ اور اسی انا کی کشمکش اور ایک دوسرے کو جھکانے اور بدلنے کی کوشش میں ازدواجی زندگی برباد ہو کر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔

دعا گو
آپ کے ابو

07

Jazaa Foods

32

نماز میں مقابلہ

تہمینہ عبدالقدیر

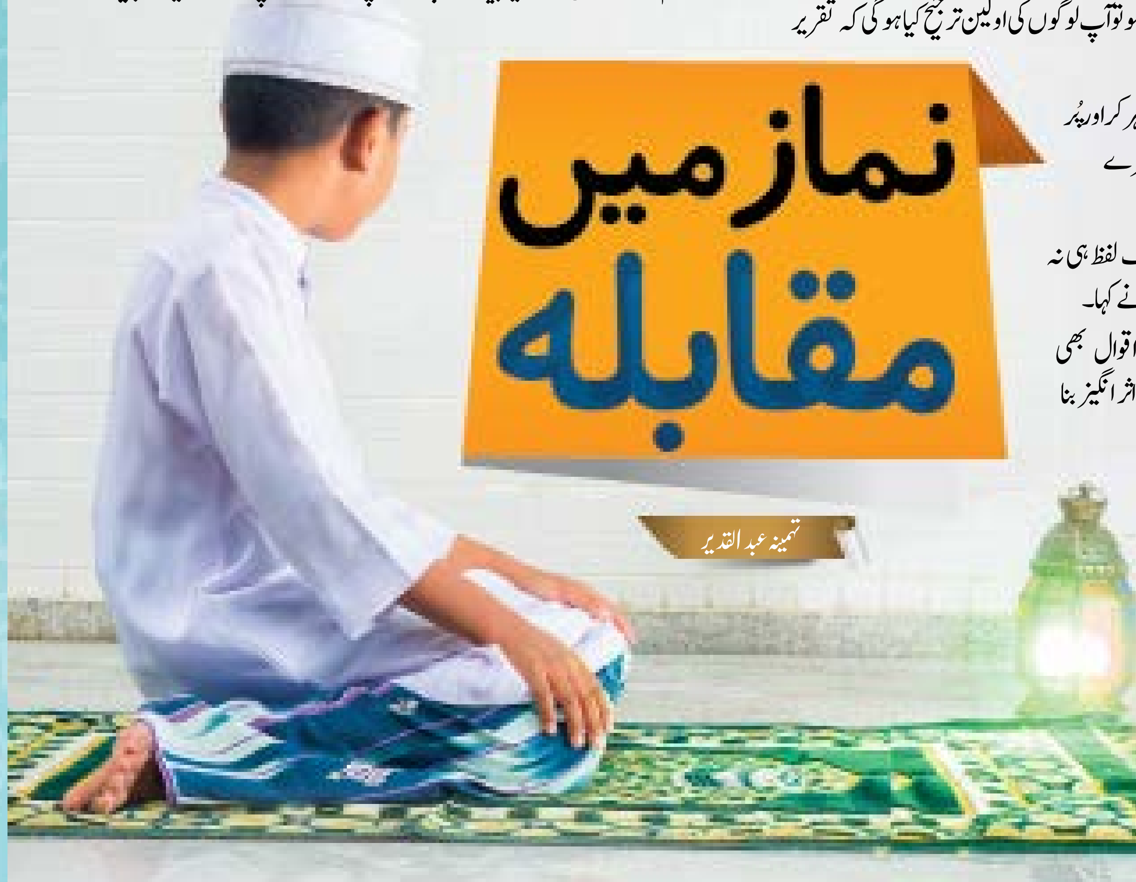

"السلام علیکم !" ماموں جان نے گھر میں داخل ہوتے ہی اونچی آواز میں سلام کیا تو تینوں بچے طٰہٰ، عمر اور علی سلام کا جواب دیتے ہوئے ان سے لپٹ گئے۔ ماموں جان رہتے تو ان کے شہر میں تھے مگر کبھی کبھار ان کی طرف چکر لگاتے تھے۔ اب ایک سال بعد تبلیغ میں وقت لگا کر واپس آئے تھے اور پورا ایک ہفتہ رہنے کا وعدہ بھی کر چکے تھے، اس لیے ان کے آنے پر بچے بہت خوش تھے۔

ماموں جان نے محسوس کیا کہ تینوں بچے نماز کا بے حد خیال رکھتے ہیں اور تمام نمازیں ادا کرتے ہیں، حالاں کہ ان کی عمریں 7 سے 11 سال کے درمیان تھیں، مگر ان سب کے باوجود ماموں جان نے ایک بات محسوس کی، جس نے انھیں بے حد پریشان کر دیا اور ماموں جان نے اسی وقت انھیں سمجھانے کا تہیہ کر لیا۔ رات کے کھانے کے بعد ماموں جان نے تینوں بچوں کو اپنے کمرے میں آنے کی دعوت دی۔ "بچو ! آپ سب مجھے ایک سوال کا جواب دیجیے ؟"

"جی ماموں جان ! پوچھیے ؟"

"اگر آپ لوگوں کا کہیں تقریری مقابلہ ہو تو آپ لوگوں کی اولین ترجیح کیا ہو گی کہ تقریر سب کو پسند آجائے۔"

"میری کوشش ہو گی کہ تقریر ٹھہر ٹھہر کر اور پُر اثر انداز میں پیش کروں، تاکہ منصفین میرے حرف حرف پر غور کریں۔" طٰہٰ بولا۔

"میں تو ایسی تقریر کروں گا جو کہ صرف لفظ ہی نہ ہوں بل کہ میرے دل کی آواز ہو۔" عمر نے کہا۔

"میں تو تقریر میں مختلف اشعار اور اقوال بھی شامل کروں گا جو کہ میری تقریر کو مزید اثر انگیز بنا دیں۔" علی نے جواب دیا۔

"آپ لوگ ایسا کیوں کریں گے ؟" ماموں جان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تاکہ انعام کے مستحق قرار پائیں۔" تینوں نے بیک وقت کہا۔

ماموں جان نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا : "میرے بچو ! جس طرح آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی تقریر سب سے بہترین ہو اور اس میں منصفین کی پسند کی ہر چیز ہو تو کیا آپ یہ نہیں چاہتے کہ آپ کی نماز بھی ایسی ہو جس میں اللہ تعالیٰ کی پسند کی ہر چیز ہو ؟"

"مگر ماموں جان ! ہم تو اپنی نمازیں وقت پر اور الحمد للہ پانچوں نمازیں ادا کرتے ہیں۔" تینوں بچوں نے تھوڑی ناراضی سے کہا۔

"میرے بچو ! بے شک آپ سب نمازیں ادا کرتے ہیں، مگر آپ لوگ نماز میں مقابلہ کرتے ہیں کہ پہلے نماز کس کی ختم ہوتی ہے اور ایک دوسرے سے اس بات پر مقابلہ کرتے ہو کہ میری نماز پہلے ختم ہو تا کہ میں یہ مقابلہ جیت جاؤں۔ ایسے لوگوں کے لیے حدیثِ نبوی ﷺ میں سخت وعید آئی ہے۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ "جو اچھی طرح رکوع و سجدہ نہ کرے وہ نماز کا بدترین چور ہے۔" (مشکوۃ رقم : 885) پیارے بچو ! جیسا کہ آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی تقریر کے ہر لفظ پر ججز غور کریں اور نظر انداز نہ کر سکیں اسی طرح آپ کی نماز کا ہر لفظ ایسا ہونا چاہیے جس کو اللہ تعالیٰ خود پسند فرمائیں۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے "اللہ تعالیٰ اس بندے کی نماز کی طرف نظر نہیں فرماتے جو رکوع اور سجدے کے دوران پُشت کو سیدھا نہیں کرتے۔" (مشکوۃ، 906) آپ لوگوں کے مقابلہ کرنے کی وجہ سے ہر ایک کو جلدی ہوتی ہے کہ کسی طرح وہ دوسرے سے پہلے سجدہ اور رکوع کر لے، جس کی وجہ سے اس کا دھیان نماز کی طرف نہیں ہوتا، بل کہ ارد گرد ہوتا ہے کہ کوئی سجدہ اور رکوع تو نہیں کر رہا، اس سے پہلے پہلے میں ادا کر لوں۔ ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ "اے لوگو ! نماز میں غیر کی طرف متوجہ ہونے سے بچو، کیوں کہ غیر کی طرف متوجہ ہونے سے نماز نہیں ہوتی۔" (مجمع الزوائد، ص : 233، ج : 2، رقم : 2481) اسی لیے پیارے بچو ! میں چاہتا ہوں کہ آپ کی نماز دنیا میں جیت حاصل کرنے کے لیے نہیں، بل کہ آخرت کی جیت کے لیے ہونی چاہیے۔"

"ماموں جان ! آخرت کی جیت کے لیے کیسے ؟" بچوں نے ایک ساتھ کہا۔

"پیارے بچو ! بالکل ایسے جیسے کہ آپ اپنی تقریر کو ہر خرابی سے دور رکھنا چاہتے ہیں، اپنی نماز کی بھی اسی طرح حفاظت کریں۔" یہ کہہ کر ماموں نے تینوں بچوں کو اجازت دی کہ وہ جا کر سو جائیں۔

صبح ماموں جان جب بچوں کے کمرے کے پاس سے گزر رہے تھے تو انھوں نے سنا کہ طٰہٰ کہہ رہا تھا : "آج سے ہمارا مقابلہ ختم۔"

"نہیں ... بل کہ آج سے ہی تو ہمارا اصل مقابلہ شروع ہو گا، آخرت میں جیت کا مقابلہ۔" عمر بولا۔ جس پر تینوں بچے ہنسنے لگے...

بچے کا اغوا

محمد ابوبکر صدیق، عمر آٹھ سال، کراچی

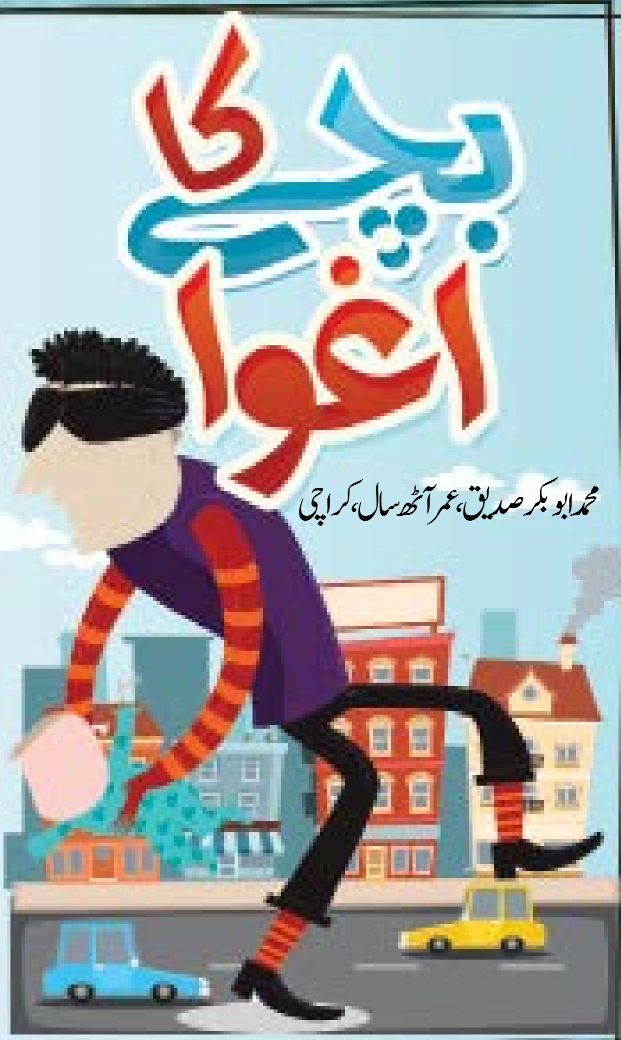

میرا نام محمد ابوبکر ہے۔ میں تیسری جماعت کا طالب علم ہوں۔ ایک سچا واقعہ آپ کو بتانا چاہتا ہوں جو کہ میں اپنی نظروں سے دیکھ چکا ہوں۔

وہ پیر کا دِن تھا، سورج کی شعاعیں چاروں طرف پھیل چکی تھیں۔ میں گھر سے دعا پڑھ کر اپنے بابا کے ساتھ اسکول آگیا۔ بریک ٹائم میں ہم سب بچے کھیل رہے تھے۔

میرا دوست نبیل وحید کھڑکی کے پاس کھڑا باہر کے نظارے دیکھ رہا تھا۔ اچانک ہی اُس نے ایک چیخ ماری۔ ہم سب بچے دوڑے ہوئے اس کے پاس پہنچے وہاں ایک خوف ناک منظر ہمارے سامنے تھا۔ دو موٹر سائیکل سوار آدمی سناٹے والے جگہ پر کھڑے تھے۔ پاس ہی ایک بچہ ہاتھ میں پیسے لیے کنفیکشنری اسٹور پر کھڑا تھا، وہ جیسے ہی مڑا۔ موٹر سائیکل سوار نے اسے بائیک کا ہینڈل مار کر نیچے گرا دیا۔ وہ بے ہوش ہو گیا۔ دوسرے آدمی نے اسے جلدی سے گود میں اُٹھایا اور اسے لے گئے۔ ہم سب بچے ڈر کی وجہ سے رونے لگے۔ ہم نے جا کر پرنسپل صاحب کو یہ واقعہ سنایا تو انہوں نے ہمیں سمجھایا کہ کبھی بھی اکیلے گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے اور اپنے والدین یا بڑوں کے ساتھ ہی باہر نکلیں اور دعاؤں کا اہتمام کر کے نکلیں۔

میں اپنے ماں باپ کا نام روشن کروں گا

باپ جنت کا دروازہ ہوتا ہے۔ ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہوتی ہے۔ ماں ہمیں راتوں کو جاگ کر ہماری خدمت کرتی ہے۔ باپ ہمارا دِن کو محنت کر کے ہمیں کھلاتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی خواہشات پوری کرتے ہیں۔ ہمیں گھمانے لے کے جاتے ہیں۔ خوب سیر و تفریح کراتے ہیں۔ ہمارے ماں باپ ہمیں بہت پیار کرتے ہیں۔ ہمیں بھی اپنے ماں باپ کی خدمت کرنی چاہیے اور اُن کی باتوں پر عمل کرنا چاہیے اور میرا پکا ارادہ ہے کہ میں بھی بڑا ہو کر اپنے ماں باپ کا نام روشن کروں گا ان شاء اللہ !

عبدالواسع، کلاس سوئم، عمر نو سال، کراچی

08

Pervez Omer

32

ننھے منے پیارے بچو

ننھے منے پیارے بچو! یقیناً آپ سب نے بکرا عید کو بہت مزے کیے ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہی قربانی کے گوشت میں غریبوں کو بھی یاد رکھا ہو گا۔

اب نیا سال شروع ہونے کو ہے۔ محرم کا مہینہ بابرکت مہینہ ہے۔ اس مہینے کا قرآن میں بھی ذکر ہے، جس طرح ہم نے پچھلے سال اپنا وقت اللہ کی رضا اور نبی کریم ﷺ کے طریقے کے مطابق گزارنے کی کوشش کی تو اس نئے شروع ہونے والے سال کے لیے بھی عزم کریں کہ جو پچھلی کوتاہیاں ہو گئی ہیں، اُن سے توبہ کر کے ان شاء اللہ اس سال کو مکمل اللہ کے حکم اور نبی پاک ﷺ کے طریقے کے مطابق گزاریں گے۔

ننھے ادیب

پیارے بچو! ماہنامہ فہمِ دین کو تو شروع ہی سے آپ سب بچوں سے محبت ہے، اور اب آپ کی بھی فہمِ دین میں بڑھتی ہوئی دل چسپی کو دیکھتے ہوئے ادارے نے ننھے منے پیارے بچوں کے لیے ایک اور سلسلے کا اضافہ کیا ہے۔۔۔

ہم م م۔۔۔

سوچیں وہ کیا سلسلہ ہو سکتا ہے ۔ ۔ ۔ ؟

جی۔۔۔! اب آپ بھی کہانیاں لکھ کر اپنے پسندیدہ فہمِ دین رسالے میں بھیج سکتے ہیں، کوئی کہانی یا واقعہ جو آپ کو اچھا لگتا ہو اور پتا ہے کہ صرف آدھے صفحے کی کہانی ہو، بڑی کہانی لگانا ہمارے لیے مشکل ہو گا اور پھر دوسرے بچوں کو بھی تو اپنی باری کا انتظار ہو گا۔

تو ننھے ادیب تیار ہیں نا۔۔۔

ماہنامہ فہمِ دین
اکتوبر کے نئے سوالات

سوال نمبر 1: اللہ تعالیٰ کن آدمیوں کی طرف سے قیامت میں مطالبہ کرے گا؟

سوال نمبر 2: ذیشان نے زارا کو کس چیز کا زیور بنا کر دیا؟

سوال نمبر 3: ایک ساعت اللہ کی بڑائی سوچنے پر کتنے سال کی عبادت کا ثواب ملے گا؟

سوال نمبر 4: کیا نمل نے شاپنگ پر میکڈونلڈ، برگر یا آئس کریم کی فرمائش کی؟

سوال نمبر 5: جمالے کی ماں کیوں برف میں قید کی گئی تھی؟

سوال نمبر 6: حضور اکرم ﷺ کو جب کوئی ناگوار بات پیش آتی تو کیا فرماتے؟

اگست کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1: 16 رمضان المبارک
سوال نمبر 2: 27 رمضان المبارک
سوال نمبر 3: زبان
سوال نمبر 4: مرغِ سحر کی آواز، قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کی آواز، سحری کے وقت گناہوں سے معافی مانگنے والے کی آواز
سوال نمبر 5: شاہین کو امیر چننے کا مشورہ کبوتر نے دیا تھا۔
سوال نمبر 6: امام ترمذیؒ کی کنیت ابو عیسیٰ ہے۔

اگست کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1... عفیفہ نوید، عمر: 11 سال، کلاس ششم، کراچی
2... معاذ شاہ، کلاس سوئم، نو سال، کراچی
3... حذیفہ نذیر، شعبہ تجوید، دس سال، جھنگ

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہمِ دین مبارک ہو۔

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام، عمر، کلاس، ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا، ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہو گا۔ اور پھر اسے ماہنامہ فہمِ دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں، یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کر دیں۔

س — ایک حرف ایک کہانی

سیپ کا سفید موتی

ڈاکٹر الماس روحی

سحر کا وقت تھا۔ سلمٰی صبح سویرے اٹھا کرتی تھی۔ جب سورج نکل رہا ہوتا تھا تو اس وقت اس کے بابا کھیتوں پر جانے کے لیے گھر سے نکلتے تھے۔ بابا کے تین بیٹے تھے۔ سرفراز، سعید اور ساجد اور ان کی ایک بیٹی سلمٰی تھی جس سے وہ بے حد پیار کرتے تھے۔ بابا دوپہر کا کھانا اپنے ساتھ لے کر جاتے تھے۔ اماں سرسوں کا ساگ اور کبھی کسی سبزی کا سالن پکا دیا کرتی تھیں۔ تینوں بیٹے بابا کے ساتھ رہتے تھے اور سامان اٹھانے میں ان کی مدد کرتے تھے۔ سلمٰی گھر کے کاموں میں اماں کا ہاتھ بٹاتی تھی۔ اسے سیب بہت پسند تھے اور سرخ رنگ کے کھٹے میٹھے انار وہ شوق سے کھاتی تھی۔ رات کے وقت آسمان پر جگ مگ کرتے ستارے اسے بہت اچھے لگتے تھے۔ اسے اسکول جانے کا بے حد شوق تھا۔ اس کی ایک سہیلی ساجدہ تھی جو روز اسکول جاتی تھی۔ وہ اماں کے ساتھ سارا دن کام کرتی اور ان سے اکثر یہ سوال کرتی کہ وہ اسکول کیوں نہیں جا سکتی؟ اماں اسے سمجھاتے ہوئے کہتیں کہ "بیٹی! دعا کرو کہ تمہارے بابا کے پاس بہت سارے پیسے آجائیں تو وہ تمہیں ضرور اسکول بھیجیں گے۔" سلمٰی اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو اوپر اٹھاتی اور دعا کرتی۔ ایک روز سہ پہر کے وقت اس کے بھائی سرفراز اور ساجد کھیتوں سے گھر واپس آرہے تھے۔ راستے میں جھاڑیوں سے ایک سیاہ رنگ کا سانپ رینگتا ہوا آگیا۔ دونوں بہت ڈرے۔ ایک سپیرا بین بجاتے ہوئے سائیکل پر سانپ کے پیچھے جا رہا تھا۔ بین کی آواز پر سانپ جھومنے لگا۔ سپیرے نے سانپ کو اپنی ٹوکری میں ڈال کر اسے بند کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر ان دونوں نے سکھ کا سانس لیا اور اس سپیرے کا شکریہ ادا کیا۔ یہ دونوں جب ساحل سمندر کی طرف گئے تو وہاں لمبی لمبی ٹانگوں والے سفید سارس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے جو ساحل سے اپنی لمبی لمبی چونچوں سے مچھلیاں پکڑ کر کھا رہے تھے۔ اچانک سرفراز کی نظر ساحل کے قریب پڑے ایک سیپ پر پڑی۔ سرفراز غور سے وہ سیپ دیکھنے لگا۔ ساحل پر گھنے درختوں کے سائے تھے۔ ان درختوں پر سوائے پرندوں کے اور کوئی بھی نہیں رہتا تھا۔ شام ہو رہی تھی اور سارے پرندے اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ رہے تھے۔ سرفراز اور ساجد بھی سرسبز راستوں سے گزر کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور گھر پہنچ کر ساجد نے سارا قصہ سب گھر والوں کو سنایا۔ سرفراز کے لیے سلمٰی نے سلاد بنایا تھا اور ساجد کو سویاں بہت پسند تھیں۔ سعید کو سوجی کا حلوہ بہت پسند تھا۔ کچھ دیر بعد سرفراز نے اپنی جیب سے ایک سخت سی سیپ نکالی اور سلمٰی کو دی۔ سلمٰی اس سیپ کو جیسے ہی صاف کرنے لگی تو اس میں سے ایک سفید موتی گرا۔ سلمٰی نے یہ موتی اٹھا کر اپنے بابا کو دکھایا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ یہ ایک سچا موتی تھا جسے بازار میں بیچا تو انہیں ڈھیروں پیسے ملے۔ انہوں نے اپنا مکان بنایا اور نئی بیل گاڑی خریدی۔ اب سلمٰی، ساجد، سرفراز اور سعید بھی اسکول جانے لگے تھے اور بہت خوش تھے۔

سوائے	صرف
سپیرا	بین بجانے والا
ساحل	سمندر کا کنارا
سانپ	ایک رینگنے والا زہریلا جانور
سارس	پرندہ
سیب، انار	پھل
سرسوں	سبزی
سیاہ	کالا

شیطان قیلولہ نہیں کرتا

اہلیہ محمد فیصل

"علی' اسجد! تم دونوں کیوں کُھسر پُھسر کر رہے ہو' جب کہ ممانی قیلولہ کرنے کی تاکیدکر کے گئی ہیں؟؟؟" انصر نے اپنے دونوں ماموں زاد بھائیوں کو گھرکا۔

"انصر بھائی! یہ دوپہر کا وقت ہی تو بڑے مزے کا ہوتا ہے۔" اسجد نے شرارتی انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟؟؟" انصر نے سوالیہ نگاہوں سے دونوں کی طرف دیکھا۔

"انصر بھائی' ایک تو آپ بھی ناں!" علی نے انصر کی ناسمجھی پر افسوس کا اظہار کیا۔ "دیکھیں! ابھی امی اور دادی جان جب قیلولہ کرنے اپنے اپنے کمرے میں جائیں گی تو ہم باہر جا کر آم' آلوچے اور خوبانیوں کی دعوت اُڑائیں گے۔"

"کیا مطلب؟؟؟" انصر نے پریشان نگاہوں سے دونوں کو دیکھا۔

"آپ واقعی ناسمجھ ہیں انصر بھائی! درختوں سے توڑ کر..."

"مگر میرے پیارے بھائیو! آم' آلوچے' خوبانی وغیرہ تو یہاں گھر میں بھی میسر ہیں۔" انصر بھائی نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"ہم م م... ہیں تو سہی' مگر درختوں پے چڑھ کر اپنے ہاتھوں سے توڑ کر کھانے کی بات ہی نرالی ہوتی ہے۔" اسجد خیالوں ہی خیالوں میں اس تصور سے لطف اندوز ہونے لگا۔

انصر گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے ماموں جان کے ہاں آیا ہوا تھا اور آج یہاں اس کا دوسرا دن تھا۔ آج دوپہر میں اس کے دونوں ماموں زاد ممانی اور نانی سے چھپ کر دوپہر میں قیلولہ کے وقت کے پروگرام کی ترتیب دے رہے تھے۔

نانا' نانی شروع سے حیدرآباد کے نواح میں رہتے تھے اور یہاں ان کے پھلوں کے باغات تھے۔ باغوں پر اسجد اور علی دوپہر میں ہلّہ بولتے تھے۔ اسجد کی تو قاری صاحب کے ہاتھوں پٹائی ہوئی' علی کو بھی سبق کچا کچا یاد تھا' دونوں ہی شام کو منہ لٹکائے ہوئے داخل ہوئے۔ ممانی نے دونوں کی صورتیں دیکھیں تو سمجھ گئیں کہ آج پھر دونوں قاری صاحب سے مار کھا کر اور ڈانٹ سن کر آئے ہیں۔

"میں تو پریشان ہو گئیں ہوں۔ آخر تم دونوں کو پڑھنا بھی ہے یا نہیں؟" ممانی غصے سے بولی۔

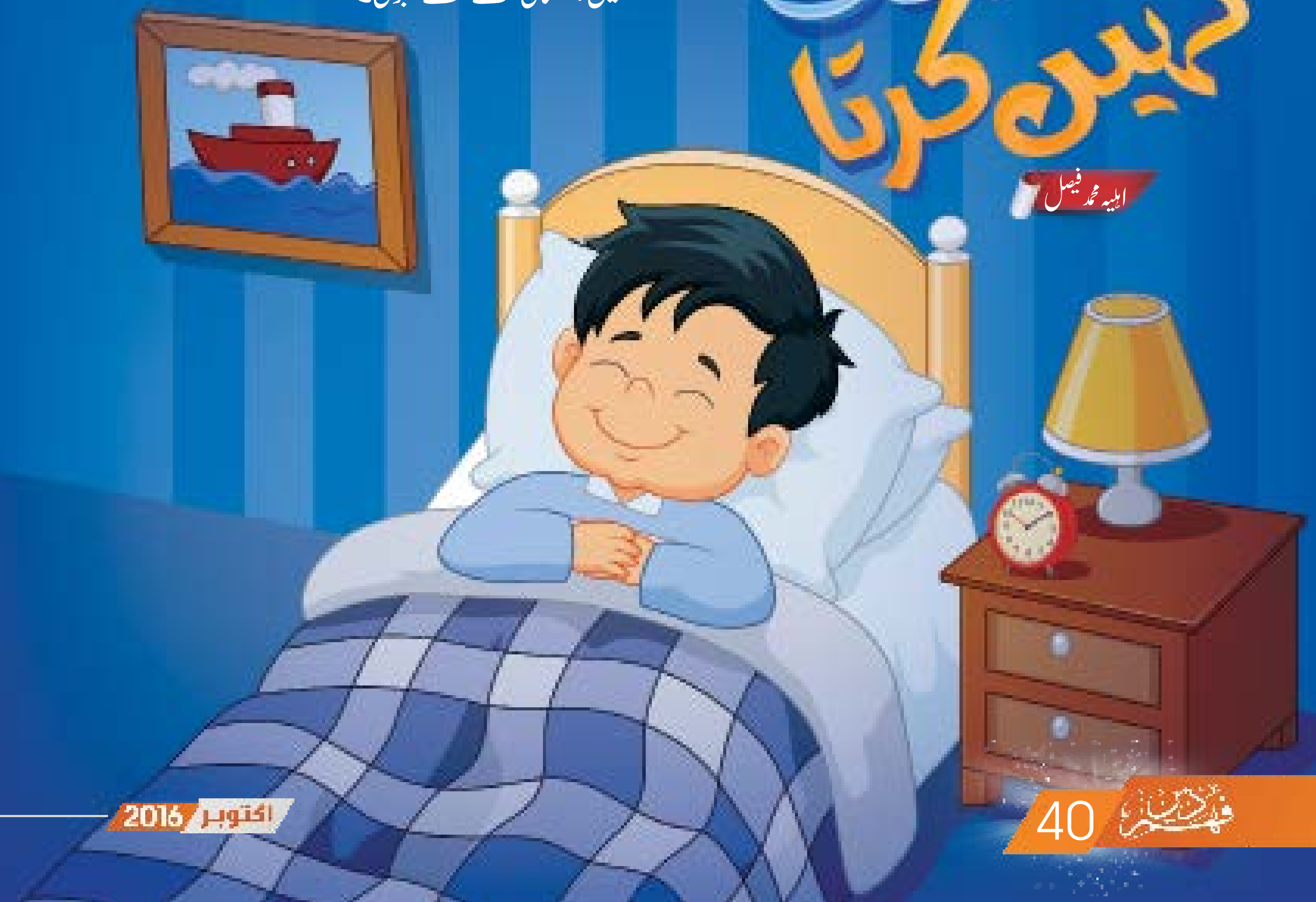

"وہ' وہ امی..." اسجد ہکلایا۔

"ہاں' ہاں بولو! قاری صاحب کو تو پڑھانا ہی نہیں آتا۔ رابعہ خالہ کے انس اور فاطر تم دونوں کے جتنے ہیں۔ وہ اپنا قرآن مکمل کر چکے ہیں اور نعیمہ آپی کا عبدالرحمٰن بھی تم دونوں سے آگے ہے۔ پیچھے ہو تو صرف تم دونوں..." ممانی سر تھامے موڑے پر بیٹھ گئیں۔

انصر یہ ساری کروائی دیکھ رہا تھا اور دونوں کا قرآن کے معاملے میں پیچھے ہونا اور ممانی کا پریشان ہونا دیکھ کر کچھ سوچ رہا تھا۔

دوپہر کے تین بج رہے تھے۔ نانی جان اپنے کمرے میں قیلولہ کے لیے جا چکی تھیں اور ممانی بھی اسجد اور علی کو قیلولہ کی تاکید کر کے اپنے کمرے میں جا ہی رہی تھیں کہ اسجد اور علی ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرائے اور "جی امی! سو رہے ہیں۔" کہہ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔

تین بج کر بیس منٹ پر جب دونوں کو اطمینان ہو گیا کہ اب سب گھر والے سو چکے ہیں تو وہ دونوں اٹھے اور کمرے سے باہر نکلنے ہی والے تھے کہ اچانک انصر کی آواز نے ان کے قدم جکڑ لیے۔

"رُکو میرے پیارے بھائیو! رکو... آج میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا'

مگر..." انصر کہتے کہتے رک گیا۔

"مگر کیا؟ انصر بھائی!۔" دونوں انصر کی ہم راہی پر خوش ہوتے ہوئے بولے۔

"مگر تم دونوں کو دس منٹ کے لیے میری بات غور سے سننا ہوگی' بولو! منظور ہے۔"

انصر نے دونوں کی طرف دیکھا۔

"منظور ہے۔" دونوں نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"سب سے پہلے تو میں آپ دونوں کو حدیث مبارکہ سناتا ہوں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "قیلولہ کرو' شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔"

(ابو نعیم' کنز جلد 7 صفحہ 570)

قیلولہ کے معنیٰ ہیں دوپہر کو کھانے سے فراغت پر لیٹنا اور آرام کرنا' چاہے نیند آئے یا نہ آئے۔ (عمدۃ القاری)

"مگر انصر بھائی! نیند نہ آئے تو کیسے لیٹا جائے؟" علی نے منہ بنا کر کہا۔

"دیکھو بھائی! ایک تو یہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سنت ہے۔ حضرت انس ﷺ سے مروی ہے کہ "آپ ﷺ جب قبا تشریف لاتے تو امّ ِ حرامؓ کے مکان پر تشریف لے جاتے' چناں چہ آپ ﷺ تشریف لے گئے۔ انھوں نے کھانا کھلایا' اس کے بعد آپ ﷺ آرام فرمانے لگے یعنی قیلولہ فرمایا۔" (بخاری شریف)

اور ایک خاص بات وہ یہ کہ قیلولہ کی عادت' آپ دونوں کو صبح ماموں جان کی نمازِ فجر قضا کرنے پر پڑنے والی ڈانٹ اور شام میں قاری صاحب کی مار اور ممانی کی ڈانٹ سے بھی بچا سکتی ہے۔" انصر نے مسکراتے ہوئے دونوں کی طرف دیکھا۔

قیلولہ کا یہ فائدہ سن کر دونوں کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔

"وہ' وہ کیسے انصر بھائی؟" دونوں ایک آواز میں بولے۔

"دیکھو! دوپہر کا سونا عقل کو بڑھاتا ہے' یعنی حافظہ تیز کرتا ہے۔ کھانا ہضم کرتا ہے اور جسم میں چُستی پیدا ہوتی ہے۔ ابنِ قیمؒ نے لکھا ہے کہ "دوپہر کو سونا اچھی عادت ہے اور یہ دوپہر کا سونا صبح تہجد اور فجر کے لیے اٹھنا آسان کر دیتا ہے۔"

قیلولہ کے فائدے سن کر دونوں سوچ میں پڑ گئے' ایک طرف فجر کی باجماعت نماز سے اللہ اور ابو جان کو راضی کرنا تھا اور ساتھ میں قاری صاحب اور امی کا مسکراتا چہرہ بھی محسوس ہو رہا تھا اور دوسری طرف وقتی کھیل کود اور رسیلے پھل تھے' مگر پہلی صورت زیادہ اچھی اور دائمی خوشیوں کا ضامن نظر آ رہی تھی۔

"ہاں! تو کیا سوچ رہے ہیں آپ دونوں؟؟"

دونوں نے انصر کی طرف دیکھا اور مسکرائے۔ لوہا گرم دیکھ کر انصر نے مزید چوٹ مارنے کا سوچا اور کہا: "آپ دونوں کو پتہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے باقاعدہ قیلولہ کا حکم دیا ہے اور وقت بھی متعیّن کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ "دن کے سونے سے رات کی عبادت پر قوت حاصل کرو۔" (کنز' شعب الایمان)

اسی طرح حضرت سہیل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ "ہم لوگ نبی پاک ﷺ کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کرتے پھر قیلولہ کرتے۔" (بخاری) یعنی جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد کھانا کھا کر قیلولہ کرنا سنت ہے۔"

صبح کو نمازِ فجر کے لیے ماموں جان کے ساتھ انصر کے علاوہ علی اور اسجد بھی موجود تھے۔ نانی جان اپنے پوتوں کو دیکھ کر نہال ہو رہی تھیں۔ اسی طرح شام میں چند بار کے سبق پڑھنے سے دونوں کو یاد ہو گیا' کیوں کہ آج دونوں نے قیلولہ جو کیا تھا۔ اب قاری صاحب بھی خوش رہنے لگے اور امی بھی۔ دونوں دل ہی دل میں انصر بھائی کو دعائیں دے رہے تھے۔ جنھوں نے سنت کی طرف رہنمائی کر کے دونوں کو ثواب کا حق دار بھی بنایا اور بہت سارے مسائل کا حل بھی نکل آیا' جب کہ انصر سوچ رہا تھا کہ ایک سنت کے عمل میں کتنے فائدے پوشیدہ ہیں۔ کاش! ہم اپنے پورے دن کے اعمال سنت کے مطابق کریں۔ آمین

انسان کی اوقات

جوہر عباد

روتا ہوا آتا ہے اور جاتے ہوئے رُلائے
اپنی خوشی سے آئے، نہ اپنی خوشی سے جائے
نہ زندگی پہ دسترس نہ موت اپنے ہاتھ
مٹی میں مٹی ہونا ہے انسان کی اوقات

ہر دم ہوس رہتی ہے، ہو دولت کے ڈھیروں ڈھیر
کرتا ہے پھر اس کے لیے دُنیا سے ہیر پھیر
سب کچھ دھرا رہ جائے گا، نہ جائے گا کچھ ساتھ
مٹی میں مٹی ہونا ہے انسان کی اوقات

چاہے بنالے اونچے سے اونچے محل یہاں
دُنیا جہاں کی چیزوں سے بھر لے تو جھولیاں
فانی ہے ہر اِیک چیز چاہے کتنی ہو بہتات
مٹی میں مٹی ہونا ہے انسان کی اوقات

مانا کہ ہر میدان میں تو جیتتا رہا
اپنے سے چھوٹے لوگوں پہ تو چیختا رہا
آئے گی موت، دے نہ سکے گا تو اُس کو مات
مٹی میں مٹی ہونا ہے انسان کی اوقات

ہیرے جواہرات پر ہونا نہیں مسرور
حسن و جوانی، دولت و صحت پہ کیا غرور
”بس چار دِن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات“
مٹی میں مٹی ہونا ہے انسان کی اوقات

لاکھوں کروڑوں آئے اور آ کر چلے گئے
کِردار اپنے نبھا کر چلے گئے
کوئی نہیں باقی رہا، کس کو یہاں ثبات
مٹی میں مٹی ہونا ہے انسان کی اوقات

دنیا میں مگن موت کی کوئی فکر نہیں
”سامان سو برس کا ہے پَل کی خبر نہیں“
تجھ کو پتا کیا لایا تو کتنی یہاں حیات؟
مٹی میں مٹی ہونا ہے انسان کی اوقات

غیبت اور چوری، جھوٹ اور مکر و فریب سے
خود کو بچا تو دُنیا کے ہر ایک عیب سے
چل راہِ مستقیم پر اور یاد رکھ یہ بات
مٹی میں مٹی ہونا ہے انسان کی اوقات

موجود ہے ازل تا ابد ربِ ذوالجلال
جوہرؔ نہیں ہے اس کو فنا، نہ کوئی زوال
دائم سدا باقی رہے گی میرے رب کی ذات
مٹی میں مٹی ہونا ہے انسان کی اوقات

ماہنامہ فہمِ دین کراچی

فہمِ دین کا نرالا انداز دیکھیے
دین کی تعلیم کا یہ اعزاز دیکھیے
تعلیم و تربیت سے ہے عبارت ورق ورق
مضمون سارے اس کے ہیں دِل بہار دیکھیے
فن پاروں کی چھک ہے، کہانیاں بھی منفرد
اور انمول موتی ہے اصلاحی مجالس کے دیکھیے
جذبہ محبتوں کا ہے بین السطور میں
ہم دَم ہے، ہم نَوا ہے، وہ دَم ساز دیکھیے
دِکھایا ہے ہم کو جس نے آئینۂ زندگی
خدا حفاظت کرے، وہ عبدالستار دیکھیے
محبت ہو فہمِ دین سے جس کو بھی عارف
خدا بلند کرے اُس کا نصیب دیکھیے

راوٗ عارف واجد (جامعہ بیت السلام کراچی کے طالب علم کی پہلی منظوم کاوش)

گلدستہ

حمد باری تعالیٰ

ناموں میں فقط نام خدا سب سے بڑا ہے
صد شکر کہ ہونٹوں پہ مرے اس کی صدا ہے
وہ کہکشاں ہو کہ مہ و مہر درخشاں
ہر نور کے پیکر میں وہی جلوہ نما ہے
یہ رنگ یہ خوشبو یہ بہاریں یہ فضائیں
جو کچھ بھی ملا ہے، ہمیں خود اس نے دیا ہے
وہ حاتم دوراں ہو کہ قارون زمانہ
اللہ کی سرکار میں صرف ایک گدا ہے
توفیق اطاعت بھی وہی دیتا ہے ہم کو
بھٹکے ہوئے ذہنوں کا وہی رہنما ہے
عالم میں کوئی شے نہیں، جو اس سے بڑی ہو
وہ خود بھی بڑا، اس کا تکلم بھی بڑا ہے

سید اقبال تعظیم

دین میں حد سے تجاوز کرنے کی ممانعت

دین میں حد سے آگے بڑھنے کی بھی اجازت نہیں،

چناں چہ ارشاد ہے: یَا اَھْلَ الْکِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ

اور ارشاد ہے: لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ

اور دیکھیے حدیث میں ہے کہ تین شخص حضور اکرم ﷺ کے دولت خانہ پر حاضر ہوئے اور بعض ازواج مطہرات سے حضور اکرم ﷺ کے معمولات دریافت کیے اور جب انہیں بتلائے گئے تو انہوں نے اس کو کم سمجھا اور کہا کہ ہم اپنے کو حضور اکرم ﷺ پر کیسے قیاس کر سکتے ہیں، حضور اکرم ﷺ کے تو اگلے پچھلے زلات (لغزشیں) سب معاف ہو چکی ہیں، ہمیں یہ بات کب نصیب ہے اس لیے ہم کو بہت زیادہ مجاہدہ کی ضرورت ہے۔

پس ایک نے کہا میں نکاح ہی نہ کروں گا۔
ایک نے کہا میں اتنی عبادت کروں گا کہ سوؤں گا ہی نہیں۔
ایک نے کہا میں ہمیشہ روزہ سے ہی رہوں گا افطار نہ کروں گا۔

حضور اکرم ﷺ جب مکان پر تشریف لائے تو آپ کو ان کی باتیں معلوم ہوئیں تو ناگواری ہوئی اور فرمایا:
یاد رکھو میں سوتا بھی ہوں، جاگتا بھی ہوں، نکاح بھی کرتا ہوں، کھاتا بھی ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں۔
خوب سمجھ لو یہ میرا طریقہ ہے اور جو شخص میرے طریقے کو چھوڑے گا اس سے مجھے کوئی تعلق نہیں۔
دیکھیے ان لوگوں پر آپ ﷺ نے دین میں حد سے تجاوز کرنے پر کتنی سختی کا معاملہ کیا
اور فرمایا کہ ایسے شخص کا مجھ سے کوئی علاقہ نہیں۔

شریعت تو یہ ہے، ان آیتوں اور حدیثوں کو فقہاء نے خوب سمجھا ہے، ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تقویٰ طہارت مت کرو بلکہ تقویٰ طہارت میں تو خوب کوشش کرو مگر حد سے آگے مت بڑھو۔

(تحفۃ العلماء ص: ۴۰۹، از مولانا اشرف علی تھانویؒ)

نام محمد ﷺ

طوفان زندگی میں کنارہ ہے اُن کا نام
ہر دل شکستگاں کا سہارا ہے اُن کا نام
جان نگاہ روح نظارہ ہے اُن کا نام
ظلمت میں روشنی کا مینارہ ہے اُن کا نام
اپنے کلام، اپنے صحیفے کے ساتھ ساتھ
وجہ بشر پہ حق نے اتارا ہے اُن کا نام
ہر اک نبی ہے یوں تو بہت محترم مگر
لوح ازل پہ رب نے ابھارا ہے اُن کا نام
یٰسین رؤف مالک الملک رحمن و رحیم
کس کس طرح سے حق نے سنوارا ہے اُن کا نام
جس کی مثال لا نہ سکے کوئی آئینہ
یکتائی کا اک ایسا اشارہ ہے اُن کا نام
امید کی زبان پہ نہ کیوں رات دن رہے
قسمت کا تابناک ستارہ ہے اُن کا نام

امید فاضلی

آپ کے اشعار

رودادِ ہے نقش پا کی طرح خلق یاں مجھے
اے عمرِ رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے

خواجہ میر درد

شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں
عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے

محمد تقی میر

وہ آئے گھر میں ہمارے، خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو، کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

اسد اللہ خان غالب

گل دستہ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھوں
اک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

میر ببر علی انیس

اے صنم! وصل کی تدبیروں سے کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

محمد رضا برق

اے ذوق! تکلف میں ہے تکلیف سراسر
آرام میں ہے وہ جو تکلف نہیں کرتا

شیخ ابراہیم ذوق

فاتحہ پڑھنے کو آئے قبر آتش پہ نہ یار
دو ہی دن میں پاس الفت اس قدر جاتا رہا

خواجہ حیدر علی آتش

کیا روز بد میں ساتھ رہے کوئی ہم نشیں
پتے بھی بھاگتے ہیں خزاں میں شجر سے دور

شیخ امام بخش ناسخ

غافل تجھے گھڑیال یہ کرتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

قدرت اللہ شوق

شہ زور اپنے زور میں گرتا ہے مثل برق
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

مرزا عظیم بیگ عظیم

قرآن مجید کا اعجاز

قرآن مجید کے اعجاز کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ اس کتاب کی تعلیم اور اس کا پیغام اتنا وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ کسی اور کتاب کو اس کا ہزارواں، بل کہ لاکھواں حصہ بھی نہیں حاصل ہوا۔ مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ قرآن مجید کی یہ چند ہزار آیات کی بنیاد پر بے شمار احکام اور اصول و قواعد نکلتے چلے آ رہے ہیں اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ معانی و مطالب کے سوتے ہیں کہ مسلسل بہتے چلے جا رہے ہیں، لیکن یہ سمندر ہے کہ ابھی تک ختم نہیں ہوا۔ دُنیا کی ہر کتاب کی ایک مدت ہوتی ہے۔ ہر تحریر کی ایک عمر ہوتی ہے۔ تھوڑے عرصے بعد یہ کتابیں اور تحریریں پرانی ہو کر آثارِ قدیمہ میں چلی جاتی ہیں۔ اخبار شام تک ردی ہو جاتا ہے۔ دیگر کتابیں چند سال یا چند عشروں یا زیادہ سے زیادہ ایک آدھ صدی کے بعد بے کار ہو جاتی ہیں۔ قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جو ہر وقت اور ہر لمحہ زندہ ہے۔

آج بھی اس وقت بھی روئے زمین پر ہزاروں مفسرین قرآن موجود ہیں اور لاکھوں قرآن مجید کے طالب علم ہیں۔ ہر جگہ ہر محفل سے درسِ قرآن سننے والا اس کی آیات کے نئے معانی اور اس کے الفاظ سے نئے مطالب کا ہدیہ لے کر اٹھتا ہے۔ یہ چیز قرآن مجید کے علاوہ کسی اور کتاب میں ممکن نہیں ہے۔

(ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضراتِ قرآنی، ص: ۲۷۸)

"مقام شکر" میں راحت ہی راحت

جب انسان کو "مقام شکر" حاصل نہیں ہوتا تو تکلیفوں اور پریشانیوں کے لیے اس کا احساس تیز اور نعمتوں اور راحتوں کے لیے نہایت سست ہو جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سیکڑوں نعمتوں اور راحتوں کے درمیان اگر اسے ذرا سی تکلیف پہنچ جائے تو وہ نعمتوں کو بھول کر اپنی ساری توجہات کا مرکز اس تکلیف کو بنا لیتا ہے اور اسی کا غم لیے بیٹھا رہتا ہے۔ اس کے برعکس جس شخص کو "مقام شکر" حاصل ہو، وہ چند در چند پریشانیوں میں بھی نعمتوں کا پلہ بھاری دیکھتا ہے اور اسی وجہ سے اس حالت میں بھی اس کی زبان پر شکووں اور آہوں کے بجائے شکر ہی کے کلمات جاری رہتے ہیں۔

حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ جو حضرت میاںؒ کے نام سے مشہور ہیں، میرے نہایت شفیق استاد اور مربی تھے۔ ایک مرتبہ انہیں شدید بخار آیا، میں مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوا، وہ چارپائی پر تقریباً مدہوش لیٹے ہوئے تھے، بخار اپنے شباب پر تھا اور اس کی شدت کی وجہ سے غشی سی طاری تھی، وہ ذرا ہوش میں آئے تو میں نے سلام کر کے مزاج پوچھا، انہوں نے بے ساختہ کہا:

"الحمد للہ! الحمد للہ! بہت اچھا ہوں، خدا کا شکر ہے کہ دل صحت مند ہے، گردے میں درد نہیں، سینے میں کوئی تکلیف نہیں، سب اعضا ٹھیک کام کر رہے ہیں، بس بخار ہے!"

یہ ہے مقام شکر کا نتیجہ کہ انسان شدید بخار میں، مدہوش ہونے کی حالت میں بھی اس حقیقت کا استحضار رکھتا ہے کہ "تکلیف ایک ہے اور نعمتیں بے شمار"

(مجالس مفتی اعظمؒ، ص: ۲۳۷، از مفتی عبدالرؤف سکھروی)

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

اکتوبر 2016ء بمطابق محرم الحرام 1438ھ

جامعہ بیت السلام کراچی میں نئے تعلیمی سال کے پہلے مسابقے کا انعقاد، ”مسابقہ صحت“ میں 360 طلبہ کی شرکت، نو کام یاب

”مسابقہ صحت“ کے دواہم مرحلے؛ ہزار میٹر کی دوڑ اور پچاس ڈِپس، دوڑ کے فوراً بعد ڈِپس ایک مشکل مرحلہ مگر فاتح بننے کے لیے دونوں میں کام یابی ضروری

”مسابقہ صحت“ عصر تا مغرب تین دِن جاری رہا، ناظرین کی بڑی تعداد میں شرکت، اسپیکر کے مؤثر انتظام نے مسابقے کو چار چاند لگا دیے

جامعہ بیت السلام کراچی میں گزشتہ چند سالوں سے چھ ہم نصابی تعلیمی مسابقوں کا انعقاد کیا جاتا ہے، جن کا مقصد طلبہ کی تعلیمی صلاحیتوں کو نکھارنے کے ساتھ ساتھ اُن میں قائدانہ صلاحیتیں پیدا کرنا اور مستقبل کے چیلنجز سے نمٹنے کے قابل بنانا ہے۔

ان چھ ہم نصابی مسابقوں میں سے ایک اہم مسابقہ ”مسابقہ صحت“ ہے۔ اس مسابقہ کی تیاری طلبہ کو سال بھر اساتذہ کی نگرانی میں کروائی جاتی ہے، اس تیاری کے دو اہم مرحلے ہیں: ایک یہ کہ پورا سال رات کو جلدی سونا اور صبح کو جلدی اٹھنا، تہجد کی نماز پڑھنا، اول وقت میں نمازِ فجر ادا کرنا اور پھر کھیل کے میدان میں اساتذہ کی نگرانی میں دو چکر دوڑ لگانا اور دوسرا یہ کہ عصر کے بعد کی کھیلوں کو مؤثر بنانا اور جو طلبہ منظّم انداز میں ورزش کرنے میں دل چسپی رکھتے ہیں، اُن کے لیے انسٹرکٹر کا انتظام کرنا ہے۔

جامعہ ان دونوں مرحلوں کو گزشتہ کئی سالوں سے بہت خوش اسلوبی سے سر انجام دے رہا ہے اور طلبہ کی اس میں دل چسپی برقرار رکھنے کے لیے سالانہ ”مسابقہ صحت“ کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے، جو عام طور پر نئے تعلیمی سال کے شروع میں ہی منعقد ہو جاتا ہے، اس سال منعقد ہونے والے مسابقہ صحت میں نئی بات اسپیکر کا مؤثر انتظام بھی شامل تھا۔ شرکا کے نام بھی اسپیکر میں پکارے گئے اور مسابقہ میں گرم جوشی پیدا کرنے کے لیے اور ناظرین کی دل چسپی برقرار رکھنے کے لیے دوڑ کے دوران اقبال کے ان ”شاہینوں“ کو ”جھپٹ کر پلٹنا اور پلٹ کر جھپٹنے“ اور ”گرتے ہیں شاہسوار ہی میدانوں میں“ کے پیغامات بھی جاری ہوتے رہے۔

یہ کل سو نمبر کا مسابقہ تھا، جس میں سے دوڑ کے پچاس نمبر تھے اور ڈِپس کے بھی پچاس نمبر تھے۔ اس مسابقے میں شرکت کرنے والے طلبہ کرام کے لیے ایک اہم شرط اس مسابقے کو کم از کم درجے میں پاس کرنا ضروری تھا، ورنہ مسابقے میں اُن کی شرکت کالعدم سمجھی جائے گی اور پاس ہونے کے لیے ہر شریک کے لیے دوڑ میں چھ میں سے تین چکر لگانا اور پچاس ڈِپس میں سے بیس ڈِپس لگانا ضروری تھا۔ اسی طرح اس مسابقے میں کام یاب ہونے کے لیے دونوں حصوں میں نمایاں نمبر لینا بھی ضروری تھا۔ ایسا بھی ہوا کہ ایک طالب علم دوڑ میں کام یاب قرار پایا، لیکن ڈِپس میں ناکام ہونے کی وجہ سے پوزیشن کا مستحق قرار نہیں پایا۔

اس مسابقے کے دو اہم مرحلے تھے۔ پہلا مرحلہ دوڑنے کا تھا، جس میں میدان کے چھ چکر لگا کر ہزار میٹر کی دوڑ مکمل کرنی تھی، طلبہ کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے پہلے راؤنڈ میں جماعت وار مقابلہ ہوا، جس میں سولہ جماعتوں میں یہ مرحلہ مکمل ہوا۔ دو دن عصر تا مغرب یکے بعد دیگرے یہ مقابلہ ہوا، دوڑ کے بعد تھکاوٹ سے چُور چُور ان طلبہ کرام نے اسی روز ہونے والے ڈِپس کے مقابلے میں بھی شرکت کی۔ اس مسابقے میں ہر جماعت میں سے پانچ طلبہ کام یاب قرار پائے۔ یوں دوڑ اور ڈِپس میں شرکت کرنے والے تین سو ساٹھ طلبہ میں سے پہلے مرحلے میں 80 طلبہ کام یاب قرار پائے۔

اب ان کا اصل امتحان تھا کہ جیتے ہوؤں کو کیسے ہرایا جائے، چناں چہ اگلے ہی دِن پھر ان طلبہ کا عمر اور قد و قامت کے لحاظ سے تین جماعتوں میں تقسیم کیا گیا اور ہر جماعت میں سے کام یاب ہونے والے تین طلبہ کا انتخاب کرنا تھا، یوں تین جماعتوں میں سے نو خوش نصیب طلبہ کا چناؤ تھا۔

مقابلے کے تیسرے دِن ناظرین میں غیر معمولی اضافہ دیکھنے کو ملا، بالخصوص ایک اہم اضافہ درجہ حفظ کے تقریباً دو سو سے زیادہ طلبہ کی اپنے اساتذہ ہم راہ شرکت تھی۔ چپس اور سموسوں کے ٹھیلے والے بھی ارد گرد میں نظر آ رہے تھے۔ پروگرام میں شریک معزز مہمانانِ گرامی کے لیے جامعہ کی طرف سے چائے، بسکٹ، پیسٹری، چنے چاٹ وغیرہ کا بھی انتظام تھا، بہر حال یہ آخری مقابلہ بھی جم کر ہوا اور بالآخر تین سو ساٹھ میں سے اس ”مسابقہ صحت“ میں نو خوش نصیب طلبہ کام یاب قرار پائے، جن کے درمیان انعامات کی تقسیم سہ ماہی کی تقسیمِ انعامات کی تقریب میں سرپرست حضرات کی موجودگی میں ہوگی۔

09

J.

47

10

Brighto

48

Back Cover